تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

اے بے خبر! بخدمتِ فرقاں کمر بہ بند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ماہنامہ الفرقان ربوہ

★ خاص نمبر ★

ستمبر ۱۹۶۶ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

افریقہ میں تبلیغ اسلام

گذشتہ دنوں مکرم مولوی منیرالدین صاحب احمد ایم۔اے ربوہ سے پھر مشرقی افریقہ میں تبلیغ کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ قبل ازیں سالہاسال خدمت اسلام بجا لا چکے ہیں۔

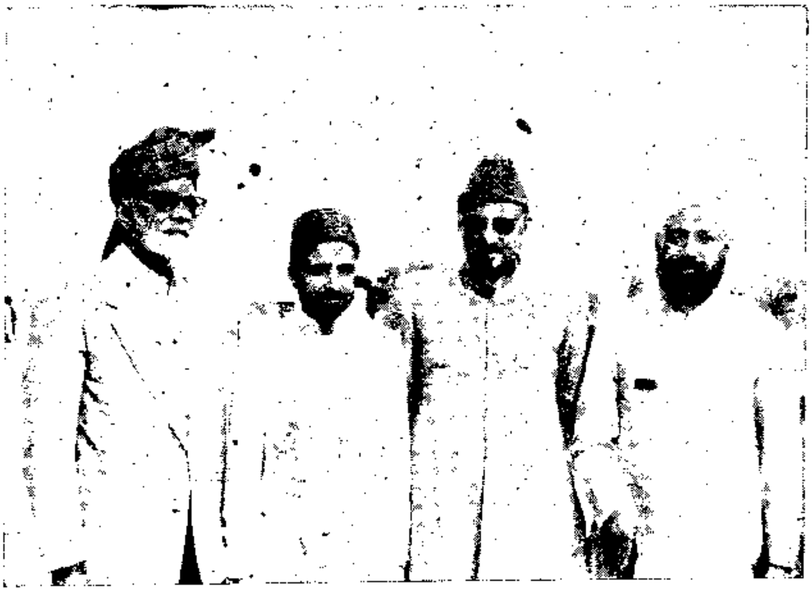

ربوہ سٹیشن پر یہ فوٹو لیا گیا دائیں طرف سے: ۱۔ ابوالعطاء مدیر الفرقان ۲۔ محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر ۳۔ محترم مولوی منیرالدین صاحب ۴۔ محترم حافظ عبدالسلام صاحب وکیل المال۔

مکرم مولوی محمد منور صاحب فاضل مشرقی افریقہ کے ایک گاؤں میں اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

تبلیغی، تربیتی اور علمی مجلّہ

ماہنامہ الفرقان ربوہ

جلد ۱۶ ○ ستمبر ۱۹۶۶ء ○ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ ہجری قمری

شمارہ ۹ ○ تبوک ۱۳۴۵ ہجری شمسی

مندرجات خاص نمبر

۱۔ جماعت احمدیہ کا استحکام اور "اسلامی جماعت" کی پراگندگی	ایڈیٹر	صؔ۲
۲۔ مدیر فاران کے تازہ وساوس کا ازالہ	"	صؔ۳
۳۔ نقشِ ثانی یعنی مدیر فاران کے نقشِ اول کا جواب ۔	جناب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب شاہد، ایم ۔ اے، کراچی	صؔ۹

ایڈیٹرز:۔

ابو العطاء جالندھری

عطاء الکریم شاہد بی اے

عطاء المجیب راشد ایم اے

قیمت اشتراک:۔

پاکستان و بھارت ۔ چھ روپے

دیگر ممالک ۔ تیرہ شلنگ

قیمت پرچہ ہذا ۔ پچھتر پیسے

تعداد اشاعت ۲۱۰۰

اداریہ

جماعت احمدیہ کا استحکام اور "اسلامی جماعت" کی پراگندگی

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

مودودی جماعت کے رسالہ فاران (کراچی) کے ایڈیٹر ماہر القادری صاحب اور لاہور کے مشہور رسالہ میثاق کے ایڈیٹر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درمیان "تذکرہ و تبصرہ" قسم کی تحریری گفتگو جاری ہے۔ اسی سلسلہ میں فاضل مدیر میثاق نے جو سالہا سال اسلامی جماعت کے سرگرم رکن رہ چکے ہیں ذیل کا حقیقت افروز بیان شائع فرمایا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"مرحوم جماعت اسلامی کا حال تو یہ رہا ہے کہ ابھی اسے قائم ہوئے تین سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس کے سربرآوردہ اراکین کی اکثریت اور کُل ارکان کی قریباً ایک تہائی تعداد اس سے علیحدہ ہوگئی تھی اور اس کے بعد اس کے "سابقون الاولون" ایک ایک کرکے اس سے کٹتے چلے گئے۔ پھر ۵۶ء میں اس کے ارباب حل وعقد کا ایک بڑا گروہ اور اس کے ارکان کی ایک قابل لحاظ تعداد اس سے علیحدہ ہوگئی ـــــ تا آنکہ اب ان ستر بہتر ارکان میں سے کہ جو جماعت میں اوّل اوّل شریک ہوئے تھے اب مولانا مودودی کے سوا شاید کوئی ایک دو ارکان ہی جماعت میں باقی رہ گئے ہوں۔ ـــــ اس کے برعکس جس گروہ کی ضلالت و گمراہی پر پوری اُمت کا اجماع ہے اور جس کے خلاف منطق اور استدلال کا پورا زور صرف کرنے کے علاوہ ایک عظیم سیاسی یورش (AGITATION) تک کی جا چکی ہے اس کا عالم یہ ہے کہ اس کی صفوں میں عام انتشار تو کیا ہوتا ویسی علیحدگی بھی کبھی نہیں ہوئی جیسی جماعت اسلامی میں بار بار ہو چکی ہے، اور ان کی "نبوت" ہی نہیں "ایک خلافت" بھی بغیر کسی قابل ذکر اختلاف و انتشار کے گزر گئی ـــــ"

(میثاق لاہور ستمبر ۶۶ء صفحہ ۸)

الفرقان - یہ اقتباس احمدیت کے ایک معاند کے مضمون سے ماخوذ ہے۔ اس سے عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو ہر قسم کی مخالفت کے باوجود روز بروز استحکام حاصل ہو رہا ہے اور مودودی صاحب کی "اسلامی جماعت" دن بدن تشتت و انتشار کا شکار ہو رہی ہے۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَةً لِاُولِی الْاَلْبَاب +

مدیر فاران کے تازہ وساوس کا ازالہ

"امتی نبی" کے سلسلہ میں اعتراضات کے جوابات

(ابوالعطاء جالندھری)

مدیر فاران کی بے جا ضد

مجلہ الفرقان (اگست ۱۹۶۶ء) میں ہم نے فاران کراچی (جولائی) کے مدیر ماہر القادری صاحب کے مضمون پر ایک صفحہ کا نوٹ لکھا تھا۔ ماہر صاحب نے کہا تھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے "سید المرسلین، خاتم النبیین، فخر الاولین والآخرین حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **حریف** اور **مدِّ مقابل** مدعی نبوت" ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ہم نے اس کی تردید کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی ص۱۱۵ سے ایک اقتباس کی روشنی میں لکھا تھا کہ:۔

"حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کا کچھ بھی دعویٰ ہو، وہ مجدد ہوں، مسیح ہوں، مہدی ہوں، امتی نبی ہوں بہرحال وہ کسی مرحلہ میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حریف اور مدِّ مقابل نہیں بلکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام، تابع اور خادم ہیں۔ **حریف** اور **مدِّ مقابل** ہونے کا الزام محض **بہتانِ عظیم** ہے۔"

جناب ماہر صاحب نے فاران ستمبر ۱۹۶۶ء میں تسلیم کیا ہے کہ:۔

"مرزا صاحب قادیان کی کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک اقتباس دیا گیا ہے **جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و منقبت سے لبریز ہے**۔" (ص۴)

اصولاً اس **اعتراف** کے بعد بات ختم ہو جانی چاہیئے تھی مگر غالباً ماہر صاحب اسے اپنی **مہارت** کے خلاف سمجھتے ہیں اسلئے آپ نے پھر ایک طویل مقالہ لکھ مارا جس میں اکثر و بیشتر تو وہی باتیں لکھی ہیں جنہیں انہوں نے اپنے جولائی کے "نقشِ اوّل" میں درج کیا تھا (جولائی کے **نقشِ اوّل کا** مفصل و مکمل جواب اسی نمبر کے آئندہ صفحات میں **مستقل مضمون** کی صورت میں شائع ہو رہا ہے) البتہ دیگر چند باتیں قابلِ توجہ ہیں جن کا جائزہ ہم اس مقالہ میں لے رہے ہیں۔

لفظ "میری امت" کی تشریح

ماہر صاحب نے اپنے زعمِ باطل کی تائید میں جو وحیٔ تشریعی یا اسلامی جہاد کے نسخ کی بے بنیاد باتیں دہرائی ہیں اُن

میں سے ہر ایک کا تفصیلی جواب آئندہ صفحات میں موجود ہے البتہ ایک **خاص بات** ماہر صاحب نے فاران ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۶ پر یوں تحریر کی ہے کہ :۔

"پھر یہ شخص اپنے ماننے والوں کو "میری اُمت" کہتا ہے یعنی اُمتِ محمدیہ کے **مقابلہ** میں ایک **جدید اُمت** کا اعلان: "میری اُمت کے دو حصّے ہوں گے ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کریں گے اور یہ تباہ ہو جائیں گے اور دوسرے جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے ...."

(ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ اخبار الفضل ۲۶ر جنوری ۱۹۶۶ء)

ہم نے پہلے تو "الفضل ۲۶ر جنوری ۱۹۶۶ء" دیکھا مگر اس میں اس قسم کا کوئی ذکر تک نہ تھا۔ چونکہ ہم جانتے ہیں کہ ماہر صاحب کی ساری مہارت دوسروں کی خوشہ چینی تک محدود ہے انہوں نے یہ حوالہ بھی کسی مخالف احمدیت مصنف کی کتاب سے نقل کیا ہوگا اسلئے ہم نے الیاس برنی صاحب کی کتاب "قادیانی مذہب" پر نظر ڈالی تو صاف کھل گیا کہ ماہر صاحب نے یہ ناقص حوالہ بھی وہاں سے ہی نقل کرتے ہوئے "الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء" کی بجائے "الفضل ۲۶ر جنوری ۱۹۶۶ء" شائع کر دیا ہے۔ بات یوں ہے کہ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی جلسہ سالانہ ۱۹۱۵ء کی ایک تقریر اخبار میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے غیر مبائعین یعنی جماعت احمدیہ کے **فریق لاہور** کے بھٹک جانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ :۔

"میں تمہیں ایک واقعہ سناتا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لودھیانہ میں اشتہار لکھا کہ میں مسیح موعود اور مثیل مسیح ہوں تو مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ جب پہلا مسیح آیا تو موسوی سلسلہ کا **خاتمہ** ہوا تھا۔ اب محمدی مسیح آگیا ہے تو گویا محمدی سلسلہ کا **خاتمہ** ہوگا۔ میں نے یہ بات حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کر دی۔ آپ اس کو سُن کر ہنسے اور فرمایا کہ پہلا مسیح صرف مسیح تھا اسلئے اس کی اُمت گمراہ ہوگئی اور موسوی سلسلہ کا خاتمہ ہوا۔ اگر میں بھی صرف مسیح ہوتا تو ایسا ہی ہوتا لیکن میں مہدی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا بروز بھی ہوں اسلئے میری اُمت کے دو حصّے ہونگے ایک وہ جو مسیحیت کا رنگ اختیار کرینگے اور یہ تباہ ہو جائیں گے۔ دوسرے وہ جو مہدویت کا رنگ اختیار کریں گے اور یہ قیامت تک رہیں گے۔ یہ تو حضرت خلیفہ اوّل کی زبانی بات ہے اور اسوقت کہی گئی تھی جبکہ ان لوگوں کا **جماعت** سے نکلنا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا۔" (الفضل ۲۶ر جنوری ۱۹۱۶ء صفحہ ۱)

اس تقریر سے جو **زبانی روایت** در روایت کی حیثیت رکھتی ہے ظاہر و باہر ہے کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے **محمدی سلسلہ** یا **اُمتِ محمدیہ** کے تا قیامت باقی رہنے کا ذکر فرمایا تھا۔ لفظ "میری امت" سے مراد صرف **"میری جماعت"** ہے۔ چنانچہ خود صاحب تقریر حضرت مولوی صاحب موصوف نے اسی تقریر میں فرمایا ہے کہ :۔

"حافظ روشن علی صاحب کو میں نے میرٹھ میں سُنایا تھا کہ **ہماری جماعت** کی **دو پارٹیاں** ہو جائیں گی

ایک غیر ولیوں ملنا چاہے گی وہ تباہ ہو جائیگی اور دوسری کامیاب ہوگی۔" (الفضل ۲۶ جنوری ۱۹۱۶ء)
لفظ اُمت کے معنے لغت کے رُو سے الجماعۃ۔ الطریقۃ کے بھی ثابت ہیں (المنجد) پس روایت میں "میری اُمت" کا لفظ یا تو "میری جماعت" کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے جیسا کہ قرینہ سے بھی ظاہر ہے اور یا پھر روایت میں تساہل ہوا ہے اور مراد مسیح موعود کے ماننے والوں سے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

"اس فرقہ کا نام **مسلمان فرقہ احمدیہ** اسلئے رکھا گیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔" (اشتہار ۴ نومبر ۱۹۰۰ء)

پھر حضور علیہ السلام نے اپنے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ:۔

(الف) "**اگر میں** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی **اُمت** نہ ہوتا اور آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔" (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۶)

(ب) **اس اُمت میں** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں اور ایک وہ بھی ہوا جو **اُمتی بھی ہے اور نبی بھی۔**" (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۲۸)

کیا ایسے صدہا حوالجات کے باوجود کوئی ایماندار شخص یہ الزام لگا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اُمت محمدیہ کے **مقابلہ** میں ایک **جدید اُمت** کا اعلان کیا ہے۔ ع

خدا سے کچھ ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے

مسیح موعود کی بعثت تکمیل اشاعت شریعت کے لئے ہے

قرآن مجید اور احادیث سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود و امام مہدی کی آمد درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی **روحانیت** کی ہی تجلی ہے۔ سورہ جمعہ کی آیت واٰخرین منھم لمّا یلحقوا بھم سے بھی یہ امر ثابت ہے اور حدیث یواطی اسمہ اسمی کا بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مثل امتی مثل المطر لا یدری اوّلہ خیر ام آخرہ۔ (الترمذی)

کہ میری اُمت کی مثال اُس بارش کی ہے جس کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ اسکا **پہلا حصّہ** زیادہ بابرکت ہے یا **آخری حصّہ**" گویا اُمت محمدیہ کے دو بڑے بابرکت حصے ہیں۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ **آخری حصّہ** خود حدیث نبوی کے رُو سے **مسیح موعود** کے زمانہ میں انکے ماننے والوں کا ہے (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۸۳ باب ثواب ھذہ الامۃ) پس مسیح موعود کی بعثت درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی بعثت ہے اور آپ کے ہی نور کا ظہور ہے اسی لئے تکمیل اشاعت والی آیت

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (سورۃ الصف) کو مسیح موعود اور امام مہدی کے زمانہ سے **مخصوص** قرار دیا گیا ہے۔ اہلسنت کے مفسرین کہتے ہیں "ذالک عند نزول عیسیٰ" اور شیعہ صاحبان لکھتے ہیں "نزلت فی المهدی" کہ غلبۂ اسلام والی آیت مہدی کے حق میں ہے یا اس کا ظہور مسیح موعود کی آمد کے وقت ہوگا۔ بہرحال یہ مسلّم ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ **برکاتِ محمدیہ کے انتشار** کے لحاظ سے **بہترین زمانہ** ہے۔ **اشاعتِ اسلام** اور اسکے **غلبہ** کے لحاظ سے بہترین زمانہ ہے پس اگر اس بات کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطبہ الہامیہ یا براہین احمدیہ پنجم وغیرہ میں ذکر کر دیا تو ماہر صاحب آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں۔ ماہر صاحب اپنے مزعوم مسیح موعود کے متعلق خود لکھتے ہیں کہ:۔

"حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا ساری **دُنیا** میں شہرہ ہو جائیگا اور دھوم مچ جائیگی۔ اُمّتِ مسلمہ کی غالب اکثریت ان کی عظمت اور شانِ **مسیحیت** کا اعتراف کرے گی۔" (ص۹)

اگرچہ یہ **تخیل** آیتِ قرآنی یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ کے صریح خلاف ہے مگر ماہر صاحب کو تو مسلّم ہے اسلئے ان پر **حجت** ہے۔ وہ بتلائیں کہ آیا ان کے بیان کے مطابق انکے مسیح کی آمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے زیادہ **دھوم دھام** والی نہیں ہے؟

اُمّتی نبی اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد

ماہر القادری لکھتے ہیں:۔

"ماہنامہ الفرقان ربوہ کا جو اقتباس اُوپر دیا گیا ہے اس میں **اُمّتی نبی** کی اصطلاح بھی نظر آئی اور قادیانیوں کا یہ وہ علم کلام ہے جس میں سو فیصدی جہالت و حماقت اور خبث و فساد پایا جاتا ہے۔"

اِس شستہ بیانی" کے بعد جناب ماہر القادری پُوچھتے ہیں کہ:۔

"کیا کسی آسمانی صحیفہ اور حکمت و اخلاق کی کتاب میں ایسی کوئی اصطلاح ملتی ہے کہ ایک شخص کسی نبی کا اُمّتی بھی ہو اور ساتھ ہی خود بھی نبی ہو؟ ایک شخص کسی گھرانے کا غلام ہو اور ساتھ ہی اس گھرانے کا آقا بھی ہو۔"

اس استفسار کے وقت ماہر صاحب کے دل میں ایک **کھٹکا** پیدا ہوا اسلئے جھٹ لکھ دیا کہ:۔

"حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا **معاملہ** اس سے بالکل مختلف ہے۔ وہ **نبی بن کر** دنیا میں آچکے ہیں اور جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو شریعت محمدیؐ کے موافق عمل فرمائیں گے اسلئے ان کا آنا ختم نبوت کے منافی نہیں مرزا غلام احمد کی خود ساختہ نبوت جدید نبوت ہے جو ختم نبوت کے منصوص عقیدہ کی نفی کرتی ہے۔" (ص۷)

جناب عالی! **معاملہ** تو ہرگز مختلف نہیں۔ سوال تو خاتم النبیینؐ کے بعد اُمّتِ محمدیہ میں نبی کے آنے کا ہے آپ خود مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ **نبی اللہ** اُمّت میں آئیں گے آپ انکے آنے کی گنجائش اس فقرہ سے پیدا کرتے ہیں کہ "جب وہ دوبارہ تشریف

لائیں گے تو شریعتِ محمدی کے موافق عمل کریں گے"۔ جس کے معنے آپ کے خیال میں یہ ہیں کہ وہ نبی ہونیکے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہو کر آئیں گے۔ گویا آپ حضرت عیسیٰؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا **غلام** بھی مانتے ہیں اور آپؐ کے گھرانے کا **آقا** بھی۔ کیا یہ آپ کے کلام میں **تضاد** نہیں؟ ہمارا **موقف** نہایت واضح ہے کہ حضرت ابن مریمؑ قرآن پاک کے رو سے وفات پا چکے ہیں وہ ذاتی طور پر دنیا میں واپس نہیں آسکتے۔ اب ان کی آمد کی پیشگوئیوں سے یہی مراد ہے کہ انکا کوئی **مثیل** اور **ہمنام** اُمتِ محمدیہ میں سے مبعوث کیا جائے گا۔ علامہ اقبال نے ہمارے موقف کو تسلیم کر لیا تھا۔ لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک میں نے اس تحریک کے منشا کو سمجھا ہے احمدیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ مسیحؑ کی موت ایک عام فانی انسان کی موت تھی اور **رجعتِ مسیح** گویا ایسے شخص کی آمد ہے جو **روحانی حیثیت** سے اس کا مشابہ ہے۔ اس خیال سے اس تحریک پر ایک طرح کا **عقلی رنگ** چڑھ جاتا ہے۔"

(رسالہ علامہ اقبال کا پیغام ملتِ اسلامیہ کے نام صفحہ ۲۲-۲۳)

اب اگر یہ درست ہے کہ قرآن پاک سے حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت ہے تو ماہر صاحب کا سارا **افسانہ** تارِ عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ از روئے قرآن مجید مسئلہ وفاتِ مسیحؑ اتنا واضح ہے کہ ماہر صاحب ایسے ضدی معاند کو بھی اس پر گفتگو کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ **کیا وہ اس کے لئے تیار ہوں گے؟**

حضرت خاتم النبیّین کے اُمتی کا بلند ترین مقام

ماہر صاحب نے **اُمتی نبی** کی اصطلاح کے لئے سند طلب فرمائی ہے کہ "ایک شخص نبی کا اُمتی بھی ہو اور ساتھ ہی خود بھی نبی ہو"۔ سو وہ قرآن مجید کی آیت وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء ع ۱) پر تدبر فرمائیں گے تو ان پر کھل جائیگا کہ حضرت سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام بخشا گیا ہے کہ آپ کی **اطاعت** کرنے والے یا آپؐ کے اُمتی جہاں صالح، شہید اور صدیق بن سکتے ہیں وہ **نبی** بھی بن سکتے ہیں۔ ایسا نبی ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی ہوگا اور دوسری طرف نبی۔ بات یہ ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی کو خاتم النبیّین قرار نہیں دیا گیا۔ کسی کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر نہیں دی گئی اسلئے آپؐ سے پہلے کسی نبی کا اُمتی مقامِ نبوت کو نہیں پا سکتا تھا۔ یہ فخر صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ جناب مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی نے خاتم النبیّین کا مفہوم حسب ذیل بیان کیا ہے کہ:۔

"**جن کو نبوت ملی ہے آپ کی مہر لگ کر ملی ہے**۔" (قرآن مجید مترجم علامہ عثمانی)

ماہر صاحب نے گھرانے کے غلام اور گھرانے کے آقا ہونے کی مثال میں غلطی کھائی ہے۔ اگر وہ سمجھنا چاہیں تو صحیح مثال

یوں سمجھ سکتے ہیں کہ شہنشاہ کے ماتحت بادشاہ ہوتا ہے جو خود شہنشاہ کے ماتحت بھی ہوتا ہے مگر اپنے ملک کے لوگوں کا آقا بھی ہوتا ہے۔ شہنشاہ کی بالادستی سب ممالک پر حاوی ہوتی ہے۔ انبیاء میں شہنشاہ یا خاتم النبیّین صرف حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے آپؐ کا اُمتی ہی تابع بادشاہ یعنی اُمّتی نبی بن سکتا ہے۔ ماہر صاحب نے اپنے ہاں کے ''ایک بہت بڑے عالم اور صاحب ارشاد و تصوّف شیخ'' کا یہ قول ذکر کیا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مستقل بالذات نبی ہیں دوسرے انبیاء کو آپؐ کے فیض سے نبوّت ملی ہے'' یہ قول کتنا پیارا اور درست قول ہے مگر فیضانِ نبوی کو نہ دیکھنے والے شپرہ چشم ماہر صاحب اس کا انکار کر رہے ہیں گویا وہ نہ پہلے نبیوں کے مرتبہ سے واقف ہیں اور نہ ہی آنحضرتؐ کے اُمتی کے بلند ترین مقام سے آشنا ہیں۔ پس

ع چشمۂ آفتاب را چہ گناہ !

''فیضانِ نبوّت قیامت تک جاری رہے گا''

بہت کچھ رطب و یابس لکھنے کے بعد آخر کار ماہر صاحب کو اقرار کرنا پڑا کہ :-

(۱) ''اب رہا **فیضانِ نبوّت**۔ تو وہ دُنیا میں کتاب و سنّت کے ذریعہ **جاری** ہے حضورؐ نے دنیوی حیات میں صحابہ کرام کا تزکیہ نفس اپنی تعلیمات اور فیضِ صحبت سے فرمایا اور خزف ریزوں کو لعل و گہر بنا دیا۔ دنیا سے تشریف لیجانے کے بعد **اب فیضانِ نبوّت** کتاب و سنّت اور حضورؐ کے خُلقِ عظیم کے چھوڑے ہوئے نقوش کے ذریعہ جاری ہے اور **قیامت تک جاری رہیگا**۔''

(۲) ''ہاں یہ ضرور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے بغیر یہ عطا کسی کو نہیں مل سکتی **اطاعتِ رسول** جو تمام مکارم و **فضائل** کا ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنیکا واسطہ ہے اسی کا نام **فیضانِ نبوّت** ہے۔'' (ص۱۳)

اب بات بالکل واضح ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ''تمام مکارم و فضائل'' حاصل ہو سکتے ہیں اور فیضانِ نبوّت آج بھی جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا تو پھر آیتِ قرآنی کے مطابق اُمتِ محمدیہ کے لئے صالح، شہید، صدّیق اور اُمّتی نبی کے مرتبہ کے پانے کو آپ کیوں محال سمجھتے ہیں؟ آپ اُمت میں نبی کی ضرورت بھی مانتے ہیں اسی لئے تو مسیح نبی اللہ کے لئے چشم براہ بیٹھے ہیں۔ جو مقام اور مرتبہ آپ اُس مسیح کا سمجھتے ہیں ہم احمدی لوگ وہی مقام و مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مانتے ہیں بس فرق اتنا ہے کہ آپ اُس اسرائیلی مسیح کا انتظار کر رہے ہیں جو فوت ہو چکے ہیں اور ہم محمدی مسیح کے قائل اسلئے ''حریف اور مدمقابل مدعی نبوت'' ماننے کا اعتراض آپ پر وارد ہوتا ہے کیونکہ آپ ایک مستقل نبی کو اُمتِ محمدیہ میں لا رہے ہیں ہم پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ ہم تو فیضانِ محمدی کو ہی جاری مانتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا　٭　نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

نوٹ :- پاکستان میں ''دینی انقلاب'' کی تمنا میں ماہر صاحب نے جو دھمکی دی ہے اس پر آئندہ شمارہ میں اظہارِ خیال ہوگا انشاء اللہ۔

نقشِ ثانی

یعنی

مدیر فاران کراچی کے "نقشِ اوّل" کا ازالہ

جناب ماہر القادری کے اعتراضات کے جوابات

از قلم

محترم جناب مولوی محمد اجمل صاحب شاہد، ایم۔ اے

(مربی سلسلہ احمدیہ مقیم کراچی)

مودودی رسالہ ماہنامہ فاران کراچی نے نہایت ناشائستہ زبان میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پر اعتراضات کئے ہیں۔ اہلِ حق ہمیشہ ہی ایسے مظالم کا تختۂ مشق بنائے جاتے رہے ہیں۔ مگر جہاں تک شریعت، اخلاق اور قانونِ ملک نے اجازت دی ہے ایسے اعتراضات کا دفاع کرنا اور حقیقت کو بیان کرنا ضروری ہوتا ہے۔ فاران جولائی ۶۶ء کے اعتراضات کا نہایت شستہ، مدلّل اور برجستہ جواب عزیزم محترم جناب مولوی محمد اجمل صاحب فاضل نے مرتب فرمایا ہے۔ اس میں محترم مولانا عبد المالک خان صاحب کراچی کا مشورہ بھی شامل ہے۔ اس جواب کو ہم آئندہ صفحات میں نقشِ ثانی کے زیرِ عنوان شائع کرتے ہیں ——
اللہ تعالیٰ اسے بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے۔ آمین

(ایڈیٹر)

پیش لفظ

احمدیت جو درحقیقت اسلام کا ہی دوسرا نام ہے ایک خالص اسلامی تحریک ہے جو انیسویں صدی کے آخر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے **اسلام کے احیاء اور اس کی عالمگیر اشاعت کے لئے قائم کی گئی**۔ یہ تحریک اپنے قیام کی ابتداء سے ہی الٰہی تحریکات کی طرح لوگوں کی دشمنی اور مخالفت کا تختہ مشق بن رہی ہے چنانچہ جماعت احمدیہ کے مخالفین اور ناقدین کا سلسلہ ہمیشہ سے اس کے ساتھ ساتھ چلا آ رہا ہے مگر ہر زمانہ کے مخالفین حالات کے مطابق مخالفت و معاندت کے نت نئے رنگ بدلتے رہے ہیں۔ البتہ بعض ایسے فرسودہ اعتراضات ہیں کہ جن کے بیسیوں دفعہ تسلی بخش جواب دیئے جا چکے ہیں مگر محض اشتعال انگیزی کی غرض سے اسلامی اخلاق سے روگردانی کرتے ہوئے حقائق کو مسخ شدہ صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

جناب ماہر القادری ایڈیٹر ماہنامہ "فاران" کراچی نے ماہ جولائی ۱۹۶۶ء کی اشاعت میں "نقش اول" کے عنوان سے جماعت احمدیہ کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے۔ آپ نے جماعت کے خلاف جن امور کا ذکر کیا ہے وہ کوئی نئے نہیں ہیں بلکہ ہمیشہ ہی معاندین ان کو پیش کرتے چلے آئے ہیں اور جماعت کی طرف سے ان کے تسلی بخش جواب متعدد مرتبہ دیئے جا چکے ہیں۔ مگر ایک امر نہایت ہی افسوسناک ہے کہ ماہر القادری صاحب نے اپنے اظہار مدعا کے لئے جو زبان استعمال کی ہے وہ انتہائی سوقیانہ اور دل آزار ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادری صاحب کا ایک شاعر اور نعت خواں ہونے کے لحاظ سے جو بھی مقام ہو مگر ان کو اسلامی علوم اور قرآنی اخلاق سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔

ماہر القادری صاحب نے اپنے مضمون کی ابتداء ہی "مسئلہ قادیانیت" کے الفاظ سے کی ہے۔ حالانکہ اس نام کا کوئی مسئلہ یا فرقہ ہی موجود نہیں ہے اور جماعت احمدیہ کے افراد کو جو دنیا کے مختلف بلاد و امصار سے تعلق رکھتے ہیں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے مولد و مسکن "قادیان" کی طرف منسوب کرنا قادری صاحب کی انتہائی نادانی ہے۔ کیا دنیا میں پھیلے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کو محض اسلئے مکی یا مدنی کہا جا سکتا ہے کیونکہ یہ دونوں مقدس شہر ہمارے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد و مسکن تھے؟

جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے فضل سے مذہب اسلام کا ایک فرقہ ہے جسے مسلمانوں کے بیسیوں فرقوں میں سے محض امتیاز کے لئے "جماعت احمدیہ" کا نام دیا گیا ہے۔ چنانچہ خود حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

مسلمانیم از فضلِ خدا　∴　مصطفیٰ مارا امام و پیشوا

غرض ماہر القادری صاحب نے اس معمولی اخلاق کا بھی مظاہرہ نہیں کیا کہ وہ جماعت کو اس کے صحیح نام سے یاد کریں۔ پھر اپنے تمام مضمون میں ایک عالمگیر جماعت کے بانی اور قابلِ عزت امام کے متعلق انتہائی رکیک اور غلیظ الفاظ استعمال کئے ہیں اور اس طرح تمام اسلامی اخلاق کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے دلی بغض اور باطنی کدورت کا ثبوت دیا ہے۔ بظاہر وہ ہمارے پیارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت کا دم بھرتے ہیں مگر اخلاقِ محمدیؐ اور سیرتِ احمدیؐ سے بالکل معرّا ہیں۔ انہوں نے اپنے تمام مضمون میں جماعت کی طرف بے سروپا باتیں منسوب کی ہیں اور خود تراشیدہ غلط نتائج کی بناء پر سبّ وشتم اور دشنام طرازی سے کام لیا ہے۔ لیکن اس کے جواب میں ہم حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام کی اس نصیحت پر عمل پیرا ہیں جو آپؑ نے اپنے ایک شعر میں بیان فرمائی ہے ؎

گالیاں سن کر دعا دو پاکے دکھ آرام دو　٭　کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

ان گالیاں دینے والوں کے متعلق آپؑ کا اپنا طرزِ عمل اس شعر سے عیاں ہے۔ فرماتے ہیں:-

اے دل تو نیز خاطرِ ایناں نگاہ دار　٭　کاخر کنند دعویٰ حُبِّ پیمبرم

یعنی چونکہ یہ مخالفین اور گالیاں دینے والے معاندین بھی ہمارے محبوب و معشوق پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرتے ہیں اسلئے اے دل تو ان کے اس سلوک پر رنج محسوس نہ کر بلکہ انکی خاطر ملحوظ رکھ۔

اسلئے ہم ماہر القادری صاحب کی دشنام طرازیوں اور الزام تراشیوں کو حوالہ بخدا کرتے ہوئے صرف ان کے اعتراضات کے جواب دیتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک صداقت اور نیکی اپنے اظہار کیلئے درشت کلامی کی محتاج نہیں بلکہ راستی ہمیشہ اپنے ذاتی حسن اور خوبی کی وجہ سے قلوب کو اپنی طرف مائل کرتی ہے۔ وباللہ التوفیق

تحقیقِ حق کا احسن طریق

ماہر القادری صاحب کے اس مضمون کی تحریک کا باعث وہ چند ٹریکٹ ہیں جو اُن کو جماعت احمدیہ فریق لاہور کی طرف سے بھجوائے گئے تھے۔ اُن کو پڑھ کر انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ فریق لاہور کے لئے قابلِ غور ہے۔ ماہر القادری صاحب نے ان ٹریکٹوں کے مطالعہ سے جو نتیجہ نکالا تھا اگر اسی حد تک اپنے آپ کو محدود رکھتے تو یقیناً ہم سمجھتے کہ انہوں نے دیانتداری سے اپنی رائے قائم کی ہے۔ مگر اس کی آڑ لیکر انہوں نے جماعت کی طرف سراسر غیر ذمہ دارانہ اور غلط باتیں منسوب کر دی ہیں جن کی بنیاد انہوں نے محض جماعت کے مخالفین کی طرف سے شائع کردہ لٹریچر پر رکھی ہے اور انہی کتب سے چند حوالجات لیکر اپنے دلی بغض و تعصب کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کی مثال بالکل اس

شخص کی طرح ہے جو اسلام کے متعلق تحقیق کرنا چاہتا ہو اور اپنے مطالعہ کی بنیاد پنڈت دیانند کی ستیارتھ پرکاش یا مستشرقین کے خلاف اسلام لٹریچر پر رکھتا ہو۔ یقیناً یہ طریق تحقیق حق کا نہیں ہو سکتا۔ قادری صاحب کا فرض تھا کہ اگر وہ واقعی تحقیق کرنا چاہتے تھے تو ایک حقیقی محقق کی طرح جماعت احمدیہ اور اس کے بانی کے شائع کردہ لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ کرتے اور اپنے دعویٰ اور دلائل کو کتاب اور سنت کی روشنی میں پرکھتے اور پھر دیانتداری سے اپنے اعتراضات کو معقول طریق سے پیش کرتے لیکن جب قادری صاحب کے پیر و مرشد مولوی مودودی صاحب نے "قادیانی مسئلہ" کی تحریر میں اس طریق کو اختیار نہیں کیا تو یقیناً آپ سے بھی ایسی اُمید فضول ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت اور جماعت احمدیہ

ماہر القادری صاحب نے اپنے مضمون کی بنیاد دو غلط نظریات پر رکھی ہے اسی لئے ؎

خشتِ اوّل چوں نہد معمار کج　　٭　　تا ثریا مے رود دیوار کج

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ جماعت احمدیہ عقیدۂ ختم نبوت کی منکر ہے۔

(۲) جماعت احمدیہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کو سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "حریف" اور "مدِ مقابل" گردانتی ہے (نعوذ باللہ من ذٰلک)

عقیدہ ختم نبوت کے متعلق ماہر القادری صاحب نے لکھا ہے:-

"توحید کے بعد ختم نبوت کا عقیدہ اُن ایمانی مسلمات میں شامل ہے جس کا انکار کرنے سے ایک مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔" (صـ)

جماعت احمدیہ اس امر میں سو فیصدی متفق ہے اور عقیدۂ ختم نبوت کو صدق دل سے تسلیم کرتی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے اسلئے ہر احمدی اس پر ایمان رکھتا ہے۔ احمدیوں کو منکرِ ختم نبوت قرار دینا گویا انہیں احمدیت سے خارج قرار دینا ہے جو سراسر غلط ہے اسلئے کہ ہر احمدی کو سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کے وقت یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین یقین کرونگا"

چنانچہ خود حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام نے ختم نبوت کے انکار کا الزام لگانے والوں کی پُرزور تردید فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:-

"مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت اور یقین اور جس معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی یہ (الزام لگانے والے) لوگ نہیں مانتے۔"

(الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۵ء)

اور پھر فرماتے ہیں:-

"مَیں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اُس کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔" (تقریر واجب الاعلان صفحہ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ اعلان خانۂ خدا جامع مسجد دہلی میں مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع کے سامنے کیا تھا اور اس کو ماہر القادری صاحب نے خود بھی نقل کیا ہے مگر ان کی یہ غلط فہمی ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حضورؑ کا یہ اعلان ۱۸۹۱ء کا ہے اور بعد میں گویا آپ نے ختم نبوت کا انکار کر دیا۔ حالانکہ اس سے پہلے ہم ۱۹۰۵ء کا حوالہ درج کر چکے ہیں۔ اسی طرح آپ اپنی کتاب چشمۂ معرفت میں جو ۱۹۰۸ء کی مطبوعہ ہے فرماتے ہیں:-

"خدا اس شخص سے پیار کرتا ہے جو اُس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔"

(چشمۂ معرفت ص ۳۲۴)

اس مضمون کے بیسیوں حوالجات حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کی کتب سے پیش کئے جا سکتے ہیں[1] جن کو ہم محض طوالت کے خوف سے درج نہیں کرتے۔ ان واضح اور غیر مبہم حوالجات کی موجودگی میں جماعت احمدیہ پر یہ الزام عائد کرنا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی منکر ہے انتہائی شرارت انگیز اور افترا پردازی ہے۔ **ہم ماہر القادری صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر میں سے کوئی ایک حوالہ بھی ایسا نکال کر دکھا دیں جس میں ہم نے اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختم نبوت کا انکار کیا ہو۔**

ماہر القادری صاحب ختم نبوت کے منکر ہیں

اگر غور کیا جائے تو سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختم نبوت کے منکر خود ماہر القادری صاحب اور ان کے وہ ہمنوا ہیں جو ایک طرف تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا دم بھرتے ہیں اور پھر حضرت عیسےٰ

---

[1] تفصیل کے لئے کتاب "القول المبین فی تفسیر خاتم النبیین" ملاحظہ فرمائیں۔

علیہ السلام کو آسمان پر زندہ یقین کرتے ہیں اور اُن کی آمدِ ثانی کے قائل ہیں۔ حالانکہ واضح طور پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے متعلق قرآن کریم میں رسولاً اِلیٰ بنی اسرائیل فرمایا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمتِ محمدیہ میں مبعوث ہونے والے مسیح و مہدی کے متعلق واضح طور پر فرمایا۔ امامکم منکم (صحیح بخاری) کہ اے مسلمانو! وہ تم میں سے ہی تمہارا امام ہوگا۔ اور صحیح مسلم میں فامّکم منکم کے الفاظ ہیں یعنی وہ تم میں سے تمہارا امام قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں مگر **ہمارے مخالف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خاتم الانبیاء ٹھہراتے ہیں اور کہتے** ہیں کہ جو صحیح مسلم وغیرہ میں آنے والے مسیح کو نبی اللہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے وہاں حقیقی نبوت مراد ہے۔ **اب ظاہر ہے کہ جب وہ اپنی نبوت کے ساتھ دنیا میں آئے تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر خاتم الانبیاء ٹھہر سکتے ہیں؟**"

(کتاب البریہ صفحہ ۱۹۱ مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

چنانچہ خود ماہر القادری صاحب کے دل میں بھی یہ احساس موجود ہے مگر اس کی انہوں نے جو توجیہہ کی ہے وہ بڑی ہی مضحکہ خیز ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"قرآن کریم کے مفسرین اس خدشہ کا صدیوں پہلے جواب دے چکے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کوئی نئے نبی نہیں ہیں ان کا ظہور تو حضورؐ سے بہت پہلے ہو چکا ہے۔ **ختمِ نبوت کو توڑنے والی چیز "نئے نبی" کا ظہور ہے** اور پھر حضرت عیسیٰؑ دنیا میں اس حیثیت سے تشریف لائیں گے کہ شریعتِ محمدیہ کے تابع ہوں گے۔" (ص۹)

گویا قادری صاحب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں اور اُن کی آمد کو ختمِ نبوت کے منافی خیال نہیں کرتے بلکہ اُن کے نزدیک ختمِ نبوت کو توڑنے والی چیز "نئے نبی" کا ظہور ہے۔ اس ضمن میں قادری صاحب سے ہمارے **چند سوالات** ہیں:۔

۱۔ کیا وجہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک مستقل نبی جسے قرآن کریم میں واضح طور پر رسولاً الیٰ بنی اسرائیل کہا گیا ہے اس کے راستہ میں آیت خاتم النبیین روک نہیں بنتی لیکن اگر سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خادم اور غلام آپ کے ہی فیضان سے اس مقام کو حاصل کر لے تو یہ آیت اس کے راستہ میں روک ہے؟

۲۔ آپ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلئے نبی بن کر اُمت میں آسکتے ہیں کیونکہ وہ "نئے نبی" نہیں ہیں۔

یہ تحقیق قرآن مجید کی کس آیت کی روشنی میں کی گئی ہے؟ کیونکہ اگر خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپؐ ہر قسم کے نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور آپؐ آخری نبی ہیں تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ آپؐ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔

۳- آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کا یہ جواز پیش کیا ہے کہ وہ اُمتی نبی بن کر آئیں گے لیکن حضرت عیسےٰ علیہ السلام اُمتِ محمدیہ میں اُمتی کس طرح بن سکتے ہیں جبکہ وہ بنی اسرائیل کے مستقل نبی تھے۔ کیا وہ نومسلم کی حیثیت میں آئیں گے؟

۴- کیا آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ ہونا از رُوئے قرآن و حدیث ثابت کر سکتے ہیں؟ درآنحالیکہ خود آپ کے پیرو مُرشد مولوی مودودی صاحب بھی شک و شبہ کے بھنور میں پھنسے ہوئے ہیں اور اُن کے نزدیک مسیح کی حیات قرآن کریم کی روشنی میں یقینی نہیں۔ فرماتے ہیں:-

"حیاتِ مسیحؑ اور رفع الی السماء قطعی طور پر ثابت نہیں۔ قرآن کریم کی مختلف آیات سے یقین پیدا نہیں ہوتا" (تقریر مودودی صاحب۔ اچھرہ ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء۔ ماخوذ از آئینہ مودودیت)

چنانچہ آج سے چند سال قبل جماعت احمدیہ کی طرف سے مولوی مودودی صاحب کو تحریری طور پر وفات و حیاتِ مسیح علیہ السلام پر تبادلۂ افکار کی دعوت دی گئی تھی مگر آج تک وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ کیا قادری صاحب میں یہ ہمّت ہے کہ اِس علمی دعوت کو قبول فرمائیں؟ اگر وہ مسیح علیہ السلام کی آسمان پر حیات کو ثابت نہیں کر سکتے تو یقیناً ان کی آسمان سے مادی جسم کے ساتھ آمد کی اُمید موہوم اور عبث ہے۔

نزولِ مسیح کی حقیقت

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس امر کو بیان کر دیا جائے کہ جماعتِ احمدیہ اور دوسرے مسلمان اِس بات میں متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شارع نبی نہیں آسکتا جو آپؐ کے مذہب کو منسوخ کر دے۔ اسی طرح اِس بات میں بھی اتفاق ہے کہ حضور علیہ السلام کی اُمت میں ایک مسیح آئیں گے جن کو احادیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں جو حضرت نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے اسے چار دفعہ نبی اللہ کہا گیا ہے۔ مگر اختلاف صرف اِس امر میں ہے کہ عام مسلمان حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو زندہ تسلیم کرتے ہیں اور اُن کی

دوبارہ آمد کے قائل ہیں مگر جماعتِ احمدیہ حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد کو ایک مثیل اور بروز کے رنگ میں مانتی ہے۔ اسلئے اگر مسیح کی آسمان پر حیات کو ثابت نہ کیا جا سکے تو پھر یقیناً ان کی دوبارہ آمد تمثیلی رنگ میں ہی ہوگی۔ چنانچہ مسلمانوں کا ایک گروہ یہی عقیدہ رکھتا چلا آیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے مراد یہی ہے کہ حضرت امام مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بروز ہوں گے نہ یہ کہ وہ اصالتاً خود نازل ہوں گے۔ چنانچہ اقتباس الانوار ص۵۲ میں لکھا ہے :-

"بعضے برآنند کہ رُوحِ عیسیٰ در مہدی بروز کند و نزول عبارت از ہمیں بروز است مطابق ایں حدیث لا مھدی اِلّا عیسیٰ ابن مریم۔"

یعنی بعض کا یہ مذہب ہے کہ عیسیٰؑ کی رُوح (روحانیت) مہدی میں بروزی طور پر ظہور کرے گی اور نزولِ عیسیٰ سے مراد یہی بروز ہے مطابق حدیث لا مھدی اِلا عیسی ابن مریم۔ کہ عیسیٰ ابن مریم کے سوا اَور کوئی مہدی نہیں ہے۔"

اسی طرح امام سراج الدین ابن الوردی تحریر کرتے ہیں :-

"قالت فرقة من نزول عیسٰی خروج رجل یشبه عیسٰی فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر مَلَکٌ وللشریر شیطان تشبیهاً بهما ولا یُراد الاعیان۔" (خریدة العجائب۔ فریدة الرغائب ص۲۱۴ مطبوعہ مصر)

یعنی ایک گروہ مسلمانوں کا نزولِ عیسیٰ سے ایک ایسے آدمی کے ظاہر ہونے کا قائل ہے جو فضل و شرف میں عیسیٰ کے مشابہ ہے جیسا کہ نیک آدمی کو فرشتہ اور شریر کو شیطان کہہ دیا جاتا ہے مگر اس جگہ اصل فرشتہ اور شیطان مراد نہیں ہوتے۔"

جماعت احمدیہ کے نزدیک چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام طبعی طور پر وفات پا چکے ہیں اسلئے نزولِ مسیحؑ کے متعلق احادیث نبویہ کی صحیح تعبیر یہی ہے۔ اگر کوئی شخص حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے "مثیلِ مسیح" ہونے کے دعوے کو درست نہیں سمجھتا تو اُسے قرآن مجید کی رُو سے مسیح ناصری علیہ السلام کی حیات ثابت کرنی چاہیئے۔

مولوی عبدالماجد صاحب کی تصریح

مولوی عبدالماجد صاحب دریابادی نے بھی اصولی طور پر اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جماعت احمدیہ ختم نبوت کی منکر نہیں ہے اور نہ ہی ان کا مسلک دیگر مسلمانوں سے مختلف ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :-

"جہاں تک میری نظر سے خود بانیٔ سلسلہ احمدیہ جناب مرزا صاحب مرحوم کی تصنیفات گزری

ہیں اُن میں بجائے ختم نبوت کے انکار کے اس عقیدہ کی خاص اہمیت مجھے ملی ہے۔ بلکہ مجھے ایسا پڑتا ہے کہ احمدیت کے بیعت نامہ میں ایک مستقل دفعہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی موجود ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے ہیں تو اسی معنی میں ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں۔"

(منقول از الفضل ۲۱ر مارچ ۲۵ء)

غرض یہ حقیقت ہے کہ جماعت احمدیہ عقیدۂ ختم نبوت میں دیگر تمام مسلمان فرقوں سے اصولی طور پر اتفاق رکھتی ہے اور اس کے وہی معنی کرتی ہے جو اُمت کے مسلّم بزرگان بیان کرتے چلے آئے ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت اور بزرگانِ اُمت

اُمتِ محمدیہ میں آنے والے جس مسیح و مہدی کا وعدہ دیا گیا ہے اسے احادیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے اور اس کی آمد کو آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں سمجھا گیا۔ چنانچہ اُمت کے علماء کرام اور بزرگان کا یہی عقیدہ رہا ہے۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات درج ہیں:-

۱۔ حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جن کو سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معلمہ نصف دین فرمایا ہے، کا قول ہے:-

قولوا انّہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ (تکملہ مجمع البحار ص۸۵)

یعنی اے مسلمانو! تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ تو کہا کرو کہ آپ خاتم النبیین ہیں مگر یہ نہ کہا کرو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

۲۔ شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے۔ ہم صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"فانّ النبوۃ ساریۃ الی یوم القیٰمۃ فی الخلق وان کان التشریع قد انقطع فالتشریع جزءٌ من اجزاء النبوۃ۔"

(فتوحات مکیہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۰ طبع مصر)

یعنی بے شک نبوت قیامت کے دن تک مخلوق میں جاری ہے اگرچہ نئی شریعت کا لانا منقطع ہو چکا ہے۔ پس شریعت کا لانا نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔"

۳۔ حضرت ملاّ علی قاریؒ جو فقہ حنفیہ کے جلیل القدر امام ہیں خاتم النبیین کے معنی یوں تحریر فرماتے ہیں:۔
"اذ المعنی انّه لا یأتی بعده نبیٌّ ینسخ ملّته ولم یکن من امّته" (موضوعاتِ کبیر ص۹۹)
یعنی خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایسا کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپؐ کے دین کو منسوخ کرے اور آپؐ کی اُمت میں سے نہ ہو"

۴۔ حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔
"فانّ مطلق النبوّة لم ترتفع وانّما ارتفع نبوّة التشریع"
(الیواقیت والجواہر مبحث ۳ ص۱۱)
یعنی بے شک مطلق نبوت نہیں اُٹھی اور صرف تشریعی نبوت اُٹھی ہے"

۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ جو بارھویں صدی کے مجدد ہیں فرماتے ہیں:۔
"ختم به النبیّون ای لا یوجد بعده من یامره الله سبحانه بالتشریع علی النّاس" (تفہیماتِ الٰہیہ تفہیم ص۵۳)
یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی ایسا ربانی مصلح نہیں آسکتا جسے خدا تعالیٰ کوئی نئی شریعت دیکر مبعوث کرے"

۶۔ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دیوبند فرماتے ہیں:۔
"اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیتِ محمدیہ میں کچھ فرق نہ آئے گا" (تحذیر الناس ص۲۸)

طوالت کے خوف سے ہم نے صرف چند علماء کے حوالجات درج کئے ہیں۔ ورنہ ایسے بزرگوں کی فہرست طویل ہے جو آیت خاتم النبیین کا یہی مفہوم بیان فرماتے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف شارع اور ناسخ دینِ محمدی نبی نہیں آسکتا ورنہ حضور علیہ السلام کے تابع اور اُمتی کا نبوت کے مقام پر فائز ہونا اس آیت کے منافی نہیں ہے۔ جماعتِ احمدیہ بھی ختم نبوت کے یہی معنی بیان کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت بانی جماعت احمدیہ تحریر فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالاتِ نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی جو ان کی اُمت سے باہر ہو" (چشمہ معرفت ص۹)

اب ہمارا ماہر القادری صاحب سے یہ سوال ہے کہ وہ یہ بتائیں کہ ان تمام علماء

اور بزرگان کے متعلق ان کی کیا رائے ہے جو وہی مذہب رکھتے تھے جو جماعت احمدیہ کا ہے۔ کیا وہ ان تمام کے متعلق بھی کفر کا فتویٰ صادر فرمائیں گے ؟

ماہر القادری صاحب کا دوسرا افتراءِ عظیم

ماہر القادری صاحب نے جو دوسرا بہتان حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کی طرف منسوب کیا ہے وہ یہ ہے کہ گویا آپؑ نے سیدنا و مولانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا "حریف" اور "مدمقابل" ہونیکا دعویٰ کیا ہے۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کے متعلق یہ الزام ایک خطرناک بہتان ہے۔ جو شخص آپؑ کی سیرت اور کتب کا سرسری مطالعہ بھی کرے وہ اس حقیقت کو نہایت آسانی سے معلوم کر سکتا ہے کہ آپؑ اپنا تمام فخر احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور خادم ہونے میں سمجھتے تھے۔ آپ کے دل میں صرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فدائیت کا جذبہ موجزن تھا۔ فرماتے ہیں ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است　∴　خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

(درِّ ثمین فارسی)

آپ کے رگ و ریشہ میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق و محبت رچی ہوئی تھی اور یہ محبت کا جذبہ آپؑ کی پیدائش سے ہی آپ کی سرشت میں موجود تھا۔ فرماتے ہیں ؎

یا رسول اللہ برُویت عہد دارم استوار
عشقِ تو دارم ازاں روزیکہ بودم شیر خوار

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں فارسی، عربی اور اُردو کا منظوم اور منثور کلام ایسا شاندار ہے کہ اس کے مطالعہ سے وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور آپؑ کا یہ شعر تو آپؑ کے معاندین میں بھی پوری شہرت حاصل کر چکا ہے ؎

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم　∴　گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کیا اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا تصور کیا جا سکتا ہے ؟ درحقیقت حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا دعویٰ ہی یہ تھا کہ آپؑ اپنے آقا احمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں فنا ہو چکے ہیں اور آپؑ کا اپنا وجود بالکل ختم ہو چکا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں　∴　وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

اس بات کو آپ نے "فنافی الرسول" کی اصطلاح سے تعبیر کیا ہے مگر ماہر القادری صاحب جیسا کور ذوق اور عشق حقیقی کے کوچہ سے بے خبر شخص آپ کے اس عشق و محبت کی گہرائی اور گیرائی کا کس طرح اندازہ کر سکتا ہے۔ بلکہ اس نے اپنی کوتاہ فہمی سے اس کو بالکل غلط اور الٹ رنگ میں پیش کیا ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد ؛ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

کیا سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں اس قدر مخمور انسان اپنے آقا، پیشوا اور مطاع کی ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے جس نے اپنے مریدوں کو ہمیشہ یہ تلقین فرمائی کہ :-

"نوع انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدمزادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔" (کشتی نوح)

حضرت بانی جماعت احمدیہ کو اپنے آقا کی محبت کے لئے اس قدر غیرت تھی کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کرنے والے اور فضیلت کا دعویٰ کرنے والے کو "ذریت شیطان" کہا ہے۔ فرماتے ہیں :-

"خدا نے جو اس کے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے) دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اوّلین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔" (حقیقۃ الوحی)

ع کافی ہے سوچنے کو گر اہل کوئی ہے

"فنافی الرسول" اور مسئلہ بروز کی حقیقت

یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے تمام روحانی مدارج اور مقامات کو حاصل کرنے کا ذریعہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں فدائیت اور فنائیت کو قرار دیا ہے اور اسے آپ نے "فنافی الرسول" کے نام سے موسوم کیا ہے، مگر ماہر القادری صاحب اس روحانی مقام کی حقیقت سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ان کو یہ تو مسلم ہے کہ اُمت کے صوفیاء کرام کے ہاں یہ اصطلاح پائی جاتی ہے مگر ان کے نزدیک چونکہ کتاب و سنت میں اس کا ذکر نہیں اسلئے وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں :-

" فنا فی اللہ" اور " فنا فی الرسول" کی اصطلاحیں نہ تو کتاب و سنّت میں بیان ہوئی ہیں اور نہ فقہاء اور محدّثین کے یہاں ملتی ہیں۔ ان اصطلاحوں کا دین و شریعت میں کوئی اصل اور وزن نہیں ۔" (ص۶)

اسی طرح لکھتے ہیں :-

" آخر یہ کس مذہب کا علم کلام اور کس دین کا فلسفہ ہے کہ کوئی اُمّتی اپنے نبی میں ایسا گم ہو جاتا ہے کہ کمال و نہایت اتحاد کے سبب ان میں " غیریّت" ہی باقی نہیں رہتی۔ اسلامی ادب اور کتاب و سنّت میں تو اِس قسم کے تصوّرات و عقائد اور نکتہ آفرینیاں کہیں نہیں ملتیں ۔" (ص۸)

ماہر القادری صاحب کی اِس عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ دینی علوم اور اسلامی ادب سے بالکل بے بہرہ ہیں کیونکہ یہ مسئلہ اس قدر شائع متعارف ہے کہ ایک عام مسلمان بھی یہ یقین رکھتا ہے کہ دینِ اسلام میں تمام روحانی برکات اور دینی فیضان محض سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور متابعت سے ملتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ جن کی مجددانہ شان کا ماہر القادری صاحب نے بھی اس مضمون میں اعتراف کیا ہے فرماتے ہیں :-

(۱) " کمّل تابعانِ انبیاء بجہت کمال متابعت و فرطِ محبّت بلکہ بمحض عنایت و موہبت جمیع کمالات انبیاء متبوعہ خود را جذب مے نمایند و بکلّیت برنگِ ایشاں منصبغ مے گردند حتّٰی کہ فرق نمے ماند درمیان متبوعان و تابعان اِلّا بالاصالۃ والتبعیۃ والاوّلیّۃ والآخریّۃ ۔"

(مکتوبات جلد اوّل مکتوب ۲۴۸)

یعنی انبیاء علیہم السلام کے کامل متبع بسبب کمال متابعت انہیں میں جذب ہو جاتے ہیں اور ان کے رنگ میں ایسے رنگین ہو جاتے ہیں کہ تابع اور متبوع یعنی نبی اور اُمّتی میں کوئی فرق نہیں رہتا سوائے اس کے کہ ایک پہلے ہوتا ہے اور دوسرا بعد میں اور ایک اصل ہوتا ہے اور دوسرا تابع ۔"

(۲) " مقتضائے کمال محبّت رفع اثنینیت است و اتحاد محب و محبوب ۔" (مکتوبات جلد ۳ مکتوب ۳۰)

یعنی جب محبّت اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ محب و محبوب میں سے دُوئی اُٹھ جائے اور اُن کا اتحاد ہو جائے ۔"

(۳) پھر حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں :-

" غَایَۃُ الوُصلَۃِ اَن یکون الشیءُ عَینَ مَا ظَھَرَ وَلا یُعرَف ۔"

(فتوحاتِ مکیہ باب ۲۲۳)

یعنی نہایت درجہ کا اتصال یہ ہے کہ ایک چیز بعینہٖ وہ چیز بن جائے جس میں وہ ظاہر ہوا اور اس میں ایسی گم ہو کہ خود نظر نہ آسکے۔"

(۴) پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں :۔

"بلغنی عن سیّدی العمّ انّہ قال رأیت النبیّ صلعم فی النوم فلم یزل یُدنینی منہ حتّی صرتُ نفسَہٗ۔" (الدرّ الثمین)

یعنی مجھے اپنے چچا کی نسبت یہ خبر پہنچی کہ انہوں نے فرمایا میں نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا۔ حضورؐ مجھے اپنے قریب کرتے گئے حتیٰ کہ میں آپؐ میں ایسا محو ہوا کہ آپؐ کا وجود اور میرا وجود ایک ہوگئے۔"

اُمتِ محمدیہ کے مسلّم بزرگانِ کرام کے یہ حوالجات بڑی وضاحت سے اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہیں کہ عشق و محبت کا انتہائی معراج یہ ہے کہ عاشق و معشوق کا مکمل اتحاد ہو جائے اور ان میں کوئی دوئی باقی نہ رہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ فرماتے ہیں :۔

"بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری" (ایک غلطی کا ازالہ)

رُوحانی دنیا میں عشق و محبت کا مرکز و محور سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تشنگانِ وصلِ الٰہی اور عاشقانِ خداوندی کو یہ ارشاد ہے :۔

اِن کنتم تُحبّون اللہ فاتّبعونی یُحببکُمُ اللہ

یعنی اگر تم خدا تعالیٰ سے سچی محبت کرنا چاہتے ہو تو اے محمد رسول اللہ! تُو ان کو کہدے کہ تم میری پیروی کرو تو اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ بھی تم سے محبت کرے گا۔"

اسلئے سالکانِ ہدایت ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گداز رہتے ہیں اور آپؐ کے عشق میں فنا ہو کر اپنے وجود کو ختم کر دیتے ہیں اور ایسے ہی مواقع پر کوئی سالک یہ پکار اُٹھتا ہے :۔

من فرّق بینی و بین المصطفیٰ فما عرفنی و ما رأی

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے بحیثیت "عاشقِ رسولؐ" اپنے متعلق یہی بات بیان فرمائی ہے کہ آپؑ نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں فنائیت سے کیا ہے بلکہ "فنا فی الرسول" ہی وہ مقام ہے جس میں سے ہو کر ہر ایک حسبِ مراتب رُوحانی مدارج سے ہمکنار ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی اُمتی

سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا ہوتا چلاجاتا ہے اسی قدر آپ کی ظلیت اور مظہریت کا رنگ اس کے اعمال و افکار سے جھلکتا ہے اسلئے اُمتِ محمدیہ کے تمام بزرگان اور مجددین درحقیقت بدرجات مختلفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اظلال تھے لیکن مسیح موعود و مہدی معہود کو بوجہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر اتم ہونے کے "اُمتی نبی" کے مقام پر بھی فائز کیا گیا۔ مگر قادری صاحب اپنی بے خبری کے عالم میں اسے قابلِ اعتراض ٹھہراتے ہیں اور اسے "کفر و ضلالت کا آخری درجہ" قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہی عشق و محبت کا آخری مقام اور معراج ہے ؎

چو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطا است ÷ سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا است

قادری صاحب چونکہ حقیقی روحانیت سے قطعی طور پر نابلد ہیں اسلئے شاید وہ بزرگانِ اُمت کی روحانی اور متصوفانہ باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہوں ہم ان کی آگاہی کے لئے ایک مشہور شاعر کا ہی کلام پیش کرتے ہیں تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ عشق و محبت کے کوچہ میں یہ متعارف محاورہ ہے۔ اصغر گونڈوی فرماتے ہیں ؎

اسی کو اتحادِ عاشق و معشوق کہتے ہیں ÷ کہ مجنوں خود پکار اُٹھے کہ میں لیلا محمل ہوں

الغرض فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول خالص اسلامی اور روحانی علمِ کلام کی اصطلاحیں ہیں۔ چنانچہ سب سے بڑھ کر فانی فی اللہ سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور خود خدا تعالےٰ نے قرآن مجید میں شہادت دی۔ فرماتا ہے وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال ۲/۱۸) یعنی جب جنگِ بدر میں کنکروں کی مٹھی آپ نے پھینکی تھی تو درحقیقت آپ نے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ اسی طرح صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کو خدا تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے کہا گیا اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (فتح ۱/۱۱) اسلئے آپ کے متعلق کسی نے خوب کہا ہے ؎

اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پہ کہتا ہوں ÷ کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدادانی

سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کامل "فانی فی اللہ" تھے اسلئے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں فنا ہوتا ہے تو وہ درحقیقت آپ کے واسطہ سے خدا تعالیٰ کا محب بن جاتا ہے ؎

عینِ ایماں ہے أنا الحق کا ترانہ لیکن

ہے یہی کفر اگر دیدۂ منصور نہ ہو

قادری صاحب کی سُوءِ فہمی

یہاں پر قادری صاحب کی اس غلطی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ "بروز" کو از قسم تناسخ سمجھتے ہیں اور اس طرح "فنا فی الرسول" کے مقام کے متعلق سمجھتے ہیں کہ حضورؐ سے فیض یافتہ فرد آپ کی ظاہری شکل میں بھی مشابہ ہو۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

"حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری حسن و صورت اور شکل و شمائل کے اعتبار سے بھی اپنی جگہ بے مثال تھے اور مرزا غلام احمدؐ کے دیکھنے والوں نے اسے معمولی خوبصورت آدمی بھی نہیں سمجھا اور اس کا جو فوٹو ہم نے کتابوں میں دیکھا ہے وہ ایک بدصورت آدمی کا عکس ہے جس کی آنکھ چندی تھی اور چندا آدمی (اعمش) خوبصورت نہیں ہوا کرتا۔" (ص)

ماہر القادری صاحب کی رُوحانی دنیا سے قطعی طور پر بے خبری کا یہ عالم ہے کہ وہ صاحب بروز کے لئے عینیت شخصی مراد لیتے ہیں اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عقیدہ تناسخ کی طرح ایک رُوح دوسرے قالبوں میں ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے۔ اس کے تفصیلی مطالعہ کے لئے ان کو شرح فصوص الحکم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ مختصر طور پر اس قدر تحریر ہے کہ "فنائیت" اور "مظہریت" کے مقام پر فائز ہونے والے شخص میں صرف روحانی امور میں مطابقت ہوتی ہے۔ نہ تو وہ عین وہی شخص بن جاتا ہے اور نہ ہی تناسخ کی طرح اس کی روح بار بار دنیا میں چکر کھاتی ہے۔ چنانچہ حضرت معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں کہ آپ میں عیسوی رُوح آگئی ہے ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے مے دمد ؛ من نمے گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

اسی طرح نیاز احمد صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں ؎

عیسیٰ مریمی منم احمد ہاشمی منم ؛ حیدر شیر نر منم من نہ منم من نہ منم

(دیوان مولانا شاہ نیاز احمد مطبوعہ سنہ ۱۲۹ھ ص ۲۲)

پھر انبیاء کی تاریخ میں حضرت یحییٰؑ کی مثال بڑی واضح ہے کہ جن کی بعثت کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت الیاس کی آمد قرار دیا۔ پھر اکثر بزرگانِ اُمّت نے حضرت آدمؑ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء میں آپؐ کی ہی تجلّی کا ظہور تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق شیخ المشائخ محمد اکرم صابری اپنی کتاب "اقتباس الانوار" میں تحریر کرتے ہیں :۔

"روحانیت کمّل گاہے بر اربابِ ریاضت چناں تصرّف میفرماید کہ فاعلِ افعالِ شاں مے گردد و ایں مرتبہ را صوفیاء بروز مے گویند۔" (اقتباس الانوار ص۵۲ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور)

یعنی حضرات کاملین کی رُوحانیت کبھی اربابِ ریاضت پر اس قسم کا تصرّف کرتی ہے کہ ان کے تمام افعال کی فاعل بن جاتی ہے۔ حضرات صوفیاء کرام نے اس مرتبہ کا نام بُروز رکھا ہے۔"

اُمّتِ محمدیہ میں آنے والے مسیح و مہدی کو چونکہ اپنے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے رُوحانی طور پر خاص تعلق اور مطابقت ہے اسلئے گویا بُروزی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ظہور ہوگا۔ چنانچہ خود قرآن کریم میں سورۂ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ ایک اُمّیّین میں اور دوسری آخرین میں۔ صحابہؓ نے جب حضورؐ سے دریافت فرمایا کہ وہ آخرین کون ہیں جن میں حضور تشریف فرما ہوں گے؟ تو حضور علیہ السلام نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:۔

لو کان الایمان معلّقاً بالثریّا لنالہٗ رجلٌ من ھٰؤلاءِ۔

چنانچہ اس بارہ میں مفسّرین اور محدّثین نے یہ تصریح کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی آخرین میں بعثت حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وجود میں ہوگی۔ کیونکہ وہ کمال متابعت اور آپ کی محبت میں فانیت سے ایک رنگ میں آپ کا ہی ظہور ہوگا۔

باقی رہا ماہر القادری صاحب کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحبؑ خوبصورت انسان نہیں تھے تو یہ بالکل غلط اور قادری صاحب کی اپنی آنکھوں کا قصور ہے اور یہ ان کا حضورؑ سے دلی بغض اور حسد ہے جو ان کو منعکس ہو کر نظر آرہا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

وعین الرضا عن کلّ عیب کلیلۃ
کما انّ عین السخط تبدی المساویا

خود قادری صاحب نے لکھا ہے کہ:۔

"جب کسی فرد اور جماعت سے کسی کو کد ہو جاتی ہے تو پھر دل و نگاہ عیب جُو اور عیب بیں ہو جاتے ہیں۔ محاسن اور خوبیوں سے صرفِ نظر اور کمزوریوں کی تلاش و جستجو۔"

(فاران اگست ۶۶ء صفحہ ۵۴)

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے زمانہ میں بھی جن لوگوں نے آپؑ کی شدید مخالفت کی انہوں نے کبھی بھی آپؑ کے ظاہری حسن و صورت کے لحاظ سے آپ کو مطعون نہیں کیا اور نہ ہی آپؑ کو اعمش کہا۔ کیونکہ درحقیقت آپؑ کی آنکھیں خوبصورت اور غلافی تھیں جو غضِّ بصر کے سبب جھکی رہتی تھیں اور آپؑ کی شکل و صورت عین

اُس حُلیہ کے مطابق تھی جو احادیث میں آنے والے مسیح کا بتایا گیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ،۔

رجلٌ آدم سبط الشعر ۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق)

یعنی مسیح محمدی گندم گوں اور سیدھے اور لمبے بالوں والا ہوگا ۔"

اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرماتے ہیں ؎

موعودم و بحلیۂ ماثور آمدم　　۞　　حیف است گر بدیدہ نہ بینند منظرم

اسی طرح ماہر القادری صاحب نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے بعض جسمانی عوارض اور بیماریوں کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ کی صحت جسمانی سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نہیں تھی ۔ مراد ان کی یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہیں اسلئے آپ کی صحت جسمانی بھی حضورؐ کی طرح ہونی چاہیئے ۔

یہ امر پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ ظلیت اور مظہریت کے مقام میں جسمانی اور ظاہری امور میں تشابہ مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ صرف رُوحانی اور باطنی امور سے تعلق رکھتا ہے ۔ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو بعض جسمانی عوارض لاحق تھے ۔ مگر بیماریاں کسی روحانی مرتبہ کے حصول میں مانع نہیں ہیں ۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی شدید بیماری کا ذکر ہے ۔ اسی طرح سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ حضورؐ کو دردِ شقیقہ کا دَورہ ہو جاتا تھا اور اس کی وجہ سے آپؐ کو کئی کئی دن تک سخت تکلیف رہتی تھی حتّٰی کہ نماز بھی گھر میں ادا فرماتے (طبری جلد ۳) ۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام کو نسیان کی تکلیف کئی ماہ تک رہی (بخاری کتاب بدء الخلق) ۔ پھر آنے والے مسیح کے متعلق تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ وہ دو زرد چادروں میں نازل ہوگا ۔ تو کیا وہ جوگی بن کر آنے والا تھا ؟ علم تعبیر الرؤیا میں دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں (تعطیر الانام) اسلئے اگر حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کو بعض جسمانی عوارض تھے تو وہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق تھے اور یہ کوئی قابل اعتراض امر نہیں ۔ بلکہ ماہر القادری صاحب نے یہ بات لکھ کر اپنی کم علمی اور بے ذوقی کا ثبوت دیا ہے ۔ ایک طرف تو وہ یہ لکھتے ہیں کہ ان کے لئے سند صرف کتاب اور سُنّت ہے اور صوفیاء اور بزرگوں کے اقوال کو بھی وہ درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے اور دوسری طرف اندھی مخالفت میں وہ باتیں لکھتے چلے جا رہے ہیں کہ جن کا ذکر کتاب و سُنّت میں کسی جگہ نہیں ہے ۔

قرآن کریم میں تحریف کے الزام کا جواب

ماہر القادری صاحب نے ایک الزام یہ تراشا ہے کہ حضرت مرزا صاحبؑ نے قرآن کریم میں تحریف کی ہے ۔

کیونکہ آپ نے بعض قرآنی آیات کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ وہ آپ پر نازل ہوئی ہیں اور ان کو اپنے اُوپر چسپاں کیا ہے لکھتے ہیں :-

"مرزا کا اپنی ذات کو ان آیات کا مخاطب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور قرآن کے ساتھ مذاق اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ گستاخی، وحی الٰہی کی معنوی تحریف اور کھلا ہوا دجل وفریب نہیں تو اور کیا ہے۔" (صلا)

قادری صاحب کا بعض قرآنی آیات کا کسی اُمتی پر دوبارہ الہاماً نزول اور اُسے اپنے متعلق چسپاں کرنے کو "قرآن کریم کے ساتھ مذاق" اور "رسول اللہ صلعم کے ساتھ گستاخی" وغیرہ قرار دینا ان کی انتہائی بے بصیرتی اور علمی کم مائیگی پر دالّ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مجددینِ اُمت اور بزرگانِ دین کے متعلق مطالعہ صفر کے برابر ہے اسلئے جابجا انہوں نے اپنی جہالت کے ثبوت فراہم کئے ہیں۔ چنانچہ ذیل میں ہم بعض بزرگانِ اُمت کے حوالجات درج کرتے ہیں جن میں انہوں نے یہ ادّعا کیا ہے کہ ان پر قرآنی آیات الہاماً نازل ہوئی ہیں اور انہوں نے ان آیات کو اپنے متعلق چسپاں کیا ہے :-

۱- حضرت پیرانِ پیر سید عبدالقادر جیلانی مجدد صدی ششم فرماتے ہیں کہ جملہ واصطنعتك لنفسی (طٰہٰ ع) جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے ان پر کئی دفعہ الہاماً نازل ہوا۔ (فتوح الغیب فارسی ص۲۳)

۲- حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق آیا ہے کہ ان کے صاحبزادہ محمد یحییٰ کی پیدائش سے قبل آیت انّا نبشرك بغلامٍ اسمه یحییٰ (مریم ع) الہاماً نازل ہوئی۔ (مقاماتِ امام ربانی ص۱۲۶ مطبوعہ دہلی)

۳- حضرت خواجہ میر درد دہلوی کے متعلق علم الکتاب ص۶۱، ۶۲ میں زیرعنوان "تحدیث نعمة الربّ" لکھا ہے کہ آپ پر بہت سی قرآنی آیات بذریعہ الہام نازل ہوئیں اور ان میں سے کئی ایسی ہیں جن کے مخاطب خاص طور پر سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مثلاً :-

۱- واستقم کما اُمرت ولا تتبع اھواءھم (شوریٰ ع۲)

۲- وانذر عشیرتك الاقربین (شعراء ع۱۱)

۳- ووجدك ضالًّا فھدیٰ (الضحیٰ ع)

اسی طرح بعض اور بزرگانِ اُمت کے متعلق بھی اس امر کی شہادتیں ملتی ہیں کہ انہوں نے قرآنی آیات کا نزول اپنے اوپر الہاماً تسلیم کیا ہے اور ان کو اپنے متعلق چسپاں کیا ہے۔ اب ہم ماہر القادری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ تمام سلف صالحین "اللہ تعالیٰ اور قرآن سے مذاق" اور

"رسول اللہ صلعم کے ساتھ گستاخی" اور "وحی الٰہی کی معنوی تحریف" کے مرتکب ہوئے ہیں ؟

حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ کے دعاوی کی حقیقت

ماہر القادری صاحب نے اس ضمن میں سلسلہ کے لٹریچر سے کچھ ایسے حوالجات بھی درج کئے ہیں کہ جن میں حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اپنے آپکو انبیاء سابقین کے اسماء کا مورد اور سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور خطابات کا مصداق[1] قرار دیا ہے۔ قادری صاحب نے اس طرح پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا آپ نے ان تمام کی ہتک کی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

اصل بات یہ ہے کہ بعض افرادِ اُمت کو جو "فنافی الرسول" کے مقام پر پہنچتے ہیں۔ خدا تعالیٰ بعض اوقات ایسے اسماء اور خطابات سے بھی نوازتا ہے جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:-

"انسان ترقی کرتے کرتے ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ ہر رسول اور نبی اور صدیق کا وارث بن جاتا ہے۔" (فتوح الغیب مقالہ ص۲۳)

اور شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں :-

وَهُوَ الْمَقَامُ الْمَحْمُودُ الَّذِيْ لَا يُشَارِكُهُ فِيهِ لَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ إِلَّا أَوْلِيَاءُ أُمَّتِهِ ۔ (ہدیہ مجددیہ ص۳۰)

یعنی مقام محمود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیگر انبیاء اور رسولوں میں سے بھی کوئی شریک نہیں ہو سکتا سوائے حضورؐ کی اُمت کے اولیاء کے۔"

اور صوفیاء کے ہاں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ:-

"میں ابراہیم، موسیٰ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام ہوں۔" (تذکرۃ الاولیاء)

---

[1] ان اعتراض کرنے والوں کا اپنا یہ حال ہے کہ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کو ان کے مریدین "رحمۃ للعالمین" (ترجمان اسلام ۲۱ ستمبر ۱۹۶۱ء) اور امانت لکھنوی کو "خاتم المرسلین" (شعر الہند حصہ دوم از مولوی عبد السلام ندوی) کہا ہے۔ اور علامہ اقبال نے تو مومن کی تعریف میں یہاں تک لکھا ہے ؎

اُو مسیح و اُو کلیم و اُو خلیل ؎ اُو محمدؐ اُو کتاب اُو جبرئیل

الغرض خدا تعالیٰ اولیاءِ اُمّت کو بعض اوقات انبیاء سابقین اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور خطابات سے نوازتا ہے لیکن یہ سب کچھ ظلّی اور بروزی طور پر ہوتا ہے لیکن بعض کوتاہ فہم اس حقیقت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے ان کو کافر ٹھہرانے کے درپے ہو جاتے ہیں۔ پس بعض ایسے حوالجات جن میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گزشتہ انبیاء اور اپنے آقا اور مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور خطابات کو اپنے متعلق استعمال کیا ہے محض ان کے فنا فی الرسول کے مقام کی ہی تشریح ہیں اور اس سے بڑھ کر ان کی کچھ حقیقت نہیں۔ حضورؑ کی بعض ایسی تحریرات کو غلط رنگ دیکر منشاء متکلم کے خلاف مفہوم نکالنا قادری صاحب کی تحریفِ معنوی کا شاہکار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بطور تشریح فرماتے ہیں :-

"اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک مدح و ثناء جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہوتی ہے اور وہ مومن بقدر متابعت کے اس مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ بڑا واضح ہے اسلئے آپؑ کی یا آپؑ کے خلفاء کی تحریرات کا غلط مفہوم لیکر یہ ادّعا کرنا کہ گویا آپؑ نے نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضیلت اور برتری کا دعویٰ کیا ہے ایک بہت بڑا افترا ہے۔ حضرت بانی جماعتِ احمدیہ کا تو دعویٰ ہی یہ تھا کہ آپ نے جو کچھ مرتبہ اور مقام حاصل کیا وہ محض سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت اور رہنمائی کا نتیجہ ہے۔ فرماتے ہیں :-

ع　تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

پھر آپؑ یہ بھی فرماتے ہیں کہ آپ کے **معلم** اور **استاد** صرف اور صرف سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی **شاگردی** اور **غلامی** پر آپ کو ناز ہے۔ فرماتے ہیں ؎

دگر استاد را نامے ندانم　٭　کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ

اس کی تشریح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اپنے ایک شعر میں یوں کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شاگرد نے جو پایا استاد کی دولت ہے　٭　احمد کو محمدؐ سے تم کیسے جُدا سمجھے

عربی شعر کا صحیح مفہوم

ماہر القادری صاحب نے اپنے غلط اور سراسر باطل ادّعا کے ثبوت میں حضرت بانی جماعت احمدیہؑ کے ایک عربی شعر کا ترجمہ نقل کیا ہے اور اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا آپؑ نے اپنے آقا حضرت

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کا ادعا کیا ہے۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے :-

"اس کے (یعنی نبی کریمؐ کے) لئے (صرف) چاند گرہن کا نشان ظاہر ہوا اور میرے
لئے چاند اور سورج دونوں (کے گرہن) کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔"

ہم قادری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس میں کونسا لفظ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی فضیلت و برتری کے لئے تحریر کیا ہے؟ کیا یہ کہنا کہ میرے لئے سورج اور چاند کا گرہن ہوا وجہ فضیلت ہے؟ کیا وہ شخص جو اپنے دعویٰ کی تائید میں دو گواہ پیش کرے اس سے افضل ہو سکتا ہے جس کا دعویٰ صرف ایک گواہ سے ثابت قرار پا جائے۔ جو دعویٰ ایک گواہ سے ثابت قرار پا جائے وہ تو زیادہ قوی اور روشن ثابت ہوا بہ نسبت اس دعویٰ کے جس کے لئے دو گواہوں کی ضرورت پڑی۔

قادری صاحب اس شعر کا اگر ملحقہ شعر بھی لکھ دیتے تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

وانّی ورثت المال مال محمّد
فما انا اِلّا آلہ المتخیّر

یعنی میں نے اولاد کی طرح اپنے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت پائی ہے۔ یعنی جو کچھ آپ کے لئے خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوئے وہ سب درحقیقت سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی فیضان اور برکات کا نتیجہ ہے اور خاص طور پر جس نشان کا ذکر اپنے شعر میں کیا ہے۔ وہ تو سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی پیشگوئی کے مطابق تھا۔ حضرت امام باقرؒ کی روایت ہے :-

"انّ لمھدینا اٰیتین لم تکونا منذ خلق السمٰوات والارض ینخسف القمر لاوّل لیلۃ من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منہ۔" (دارقطنی جلد اوّل صفحہ ۱۸۸)

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے زمین و آسمان پیدا ہوئے ہیں یہ نشان کسی اور مامور کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں چاند کو اس کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور سورج کو اس کے درمیانی دن میں گرہن لگے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور ۱۳۱۱ھ میں ہوا اور رمضان کے مہینہ میں چاند اور سورج کو گرہن کی مقررہ تاریخوں میں سے اس کی پہلی اور درمیانی تاریخ میں کسوف و خسوف ہوا۔ اس پیشگوئی کا پورا ہونا تو خود سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا تابندہ نشان ہے اور اسی کی طرف حضرت بانی جماعت

احمدیہ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ہم قادری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا جب ان کا مزعومہ مہدی اس نشان کو اپنی صداقت کے لئے پیش کرے گا تو وہ اس پر سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضلیت کا دعویٰ کرنے کا الزام لگا دیںگے؟

قادری صاحب کی ایک مجرمانہ تحریف کی طرف توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنے اس غلط ادعا کو ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے نعوذ باللہ اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تقریر کا ایک ادھورا ٹکڑا درج کیا ہے اور یہ تاثر پیدا کرنا چاہا ہے کہ وہ بھی یہی سمجھتے تھے۔ اگر قادری صاحب اس اقتباس کو مکمل کر کے اگلا فقرہ بھی درج کر دیتے تو اصل حقیقت واضح ہو جاتی اور ان کی تہمت کا راز از خود طشت از بام ہو جاتا اور وہ فقرہ یہ ہے:۔

"لیکن کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ نہیں سکتا۔"

یہی جماعت احمدیہ کا یقین اور ایمان ہے۔ اس کے برعکس جو بھی تحریر پیش کی جائے گی یا استدلال کیا جائے گا وہ ہرگز قابلِ التفات نہیں۔ چنانچہ قادری صاحب نے قاضی اکمل صاحب کے دو شعر بھی نقل کئے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ گویا وہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت کے قائل تھے۔ اوّل تو ان کا مفہوم "فنا فی الرسول" کی ایک رنگ میں تعبیر ہے اور دوسرے ایک مرید کا کلام اس کے پیشوا کے متعلق حجت نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ہم شیخ الہند محمود الحسن دیوبندی کے وہ شعر درج کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے پیشوا رشید احمد گنگوہی کے متعلق تحریر کئے ہیں۔ کیا قادری صاحب اس سے یہی نتیجہ نکالیں گے کہ گنگوہ خانہ کعبہ سے افضل اور رشید گنگوہی صاحب حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسےٰؑ سے بڑھ کر تھے؟ لکھا ہے ؎

پھریں تھے کعبہ میں بھی ڈھونڈتے گنگوہ کا رستہ
جو رکھتے اپنے سینوں میں تھے ذوق و شوق عرفانی

تمہاری تربتِ انور کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار اَرِنی مری دیکھی بھی نادانی

مُردوں کو زندہ کیا۔ زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

انبیاء پر فضیلت کا اعتراض اور اس کا جواب

ماہر القادری صاحب نے جو جھوٹے اور بے بنیاد الزامات کا پلندہ نقل کیا ہے اس میں ایک بات یہ بھی

تحریر کی ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہ نے تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت کا دعویٰ کیا ہے اور اسکے ثبوت میں آپ کے یہ اشعار پیش کئے ہیں ؎

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے　÷　من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آنچہ داد است ہر نبی را جام　÷　داد آں جام را مرا بتمام
کم نیم زاں ہمہ بروئے یقیں　÷　ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

ناظرین غور فرمائیں کیا ان اشعار میں حضرت اقدسؑ نے کہیں بھی فضیلت کا ادّعا کیا ہے؟ یہاں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؑ مثل دیگر انبیاء کے نبی تھے اور آپؑ کا عرفان دوسرے انبیاء سے کم نہ تھا۔ اور اس سے اگلے اشعار قادری صاحب نے جان بوجھ کر چھوڑ دیئے ہیں جن میں آپؑ نے بتایا ہے کہ آپؑ نے یہ عرفان کا پیالہ اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پایا ہے ؎

وارثِ مصطفےٰ شدم بیقیں　÷　شدہ رنگیں برنگِ یارِ حسیں
لیک آئینہ ام زربِّ غنی　÷　از پئے صورتِ مہ مدنیؐ

ناظرین! مصیبت تو یہ ہے کہ ایسے لوگ جو دینی مسائل سے نابلد اور اس کوچہ سے ناآشنا محض ہیں وہ بھی یہ جسارت کرتے ہیں کہ امورِ دینیہ پر قلم اٹھائیں۔ سچ ہے۔ ؏

بُت کریں آرزو خدائی کی!

بے چارے قادری صاحب نرے شاعر ہیں۔ ان کو دینی علوم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگر ان کو آنے والے مہدی کی حقیقی شان کا علم ہوتا تو وہ اس قسم کے اناپ شناپ اعتراض نہ کرتے۔ ہم بزرگانِ دین کے چند حوالجات ذیل میں درج کرتے ہیں تاکہ ان کو آنے والے مہدی کی صحیح عظمت اور شان کا اندازہ ہو سکے

(۱) شرح فصوص الحکم میں ذکر ہے کہ :-

"المهدى الّذى يجيئُ فى آخر الزمان فانّهٗ يكون فى الاحكام الشرعيّة تابعاً لمحمّد صلى الله عليه وسلم وفى المعارف والعلوم والحقيقة تكون جميع الانبياء والاولياء تابعين لهٗ ولاينافض ماذكرناه لانّ باطنه باطن محمد صلى الله عليه وسلم"

(شرح فصوص الحکم ص۵۲-۵۳ مصری)

یعنی امام مہدی علیہ السلام جو آخری زمانہ میں آئیں گے۔ وہ احکام شرعیہ میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی تابع ہوں گے لیکن معارفِ الٰہیہ اور علوم اور حقیقت کے لحاظ سے

تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے کیونکہ امام مہدی علیہ السلام کا باطن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی باطن ہوگا "

(۳) علامہ ابن سیرین فرماتے ہیں :-

"قد کاد یفضل علی بعض الانبیاء" (آثار القیامہ فی حجج الکرامہ ص ۳۸۶)

کہ مہدی موعود تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہوگا "

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے بعض الہامات کی تشریح

ماہر القادری صاحب نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض الہامات اور کشوف کے سلسلہ میں ان کے ظاہری اور سطحی معانی اخذ کر کے ایسی بے سمجھی کی باتیں تحریر کی ہیں کہ ان کی عقل پر ماتم کرنے کو دل چاہتا ہے ۔

(۱) سب سے پہلے وہ اس کشف کو درج کرتے ہیں جس میں حضورؑ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے قادیان کے نام کو قرآن میں دیکھا ۔ اور یہ بھی درج کرتے ہیں " یہ کشف تھا جو کئی سال ہوئے مجھے دکھلایا گیا تھا "

مگر قادری صاحب کو یہ حیرانگی ہے کہ قرآن کریم میں یہ نام نہیں ہے اسلئے یہ کشف جھوٹا ہے ۔

قادری صاحب اور ان کے مرشد مولوی مودودی صاحب چونکہ کشوف اور مکالمہ مخاطبہ الہیہ اور روحانی چاشنی سے یکسر محروم ہیں اسلئے اس قسم کے اعتراضات ان کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں ورنہ اگر ان کو معلوم ہو کہ کشوف اور خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں تو وہ ایسا اعتراض نہ کرتے ۔

سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد کے شہداء کو گائیوں کی شکل میں دیکھا (مسلم باب الرؤیا) اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور گیارہ بھائیوں کو سورج، چاند اور گیارہ ستاروں کی صورت میں سجدہ کرتے دیکھا ۔ سورۃ یوسف میں بادشاہ اور مجرموں کے خوابوں اور ان کی بالکل مختلف تعبیروں سے قادری صاحب واقف ہوتے تو وہ ایسی کم عقلی کی بات تحریر نہ کرتے ۔

پس کشوف کو ظاہر پر محمول کر کے اعتراض کرنا خود غلطی ہے ۔ قادیان کے ذکر کے قرآن میں ہونے سے مراد یہ ہے کہ احمدیہ تحریک کے متعلق جو دجالی زہر کا تریاق ہے وسط قرآن میں پیشگوئی موجود ہے ۔

(۲) دوسرا الہام انت منّی بمنزلة ولدی ہے ۔ یعنی تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے ۔

قادری صاحب نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی اصل کتب کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ صرف بعض مخالفین کی کتب سے چند باتیں درج کر دی ہیں ۔ حضورؑ کے اس الہام کی حقیقت صرف اسقدر ہے

کہ خدا تعالیٰ نے کمال محبت کے اظہار کے لئے نیز عیسائیوں کے عقیدہ ابنیت کے ابطال کے لئے حضورؑ کو بمنزلہ بیٹا کہا ہے اور یہ کوئی قابلِ اعتراض امر نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کے تمام اولیاء ایک رنگ میں اس کے بیٹے ہی کہلاتے ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ ع

اولیاء اطفالِ حق اند اے پسر

چنانچہ خود حضرت مسیح موعودؑ بھی فرماتے ہیں :-

"خدا میں فانی ہونے والے اطفال اللہ کہلاتے ہیں لیکن یہ نہیں کہ وہ خدا کے درحقیقت بیٹے ہیں کیونکہ یہ تو کلمۂ کفر ہے اور خدا بیٹوں سے پاک ہے بلکہ اس لئے استعارہ کے رنگ میں وہ خدا کے بیٹے کہلاتے ہیں کہ وہ بچہ کی طرح دلی جوش سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۴)

(۳) تیسرا الہام انتَ مِنّی واَنَا منکَ ظھورکَ ظھوری درج کیا ہے۔ یعنی میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے ہے اور تیرا ظہور درحقیقت میرا ظہور ہے۔ اس الہام کے متعلق بھی قادری صاحب کو اعتراض ہے کہ گویا خدا تعالیٰ سے "برابری" کا دعویٰ ہے۔

ماہر القادری صاحب اسلامی علوم و فنون میں ہی کورے ہیں بلکہ عربی زبان سے بھی نابلد ہیں کیونکہ انت منی و انا منک کا استعمال عربی زبان میں محاورہ ہے جو کامل اتصال اور تعلق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا۔ انت منی وانا منک (مشکوٰۃ باب المناقب) اور فیج اعوج کے زمانہ کے لوگوں کے متعلق فرمایا۔ لیسوا منی ولستُ منھم۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن)

اس الہام کی تشریح میں خود حضورؑ فرماتے ہیں :-

"اس کا پہلا حصّہ تو بالکل صاف ہے کہ تو جو ظاہر ہوا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے دنیا میں بھیجتا ہے اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کر کے بھیجتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے۔ اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا مِنکَ اس کا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید اور میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعے سے ہوگا۔" (اخبار الحکم جلد ۶ صفحہ ۲۵)

خدا تعالیٰ کے انبیاء اور اولیاء اس کی طرف سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے چہرہ کو دنیا کو دکھاتے ہیں۔ وہ خدا نما وجود ہوتے ہیں۔ اسی کی طرف اس الہام میں اشارہ ہے۔ نہ معلوم اس میں

قادری صاحب کو کونسی قابلِ اعتراض بات نظر آتی ہے۔

(۴) چوتھا الہام یہ درج کیا ہے :۔

يحمدك الله من عرشه و يمشى اليك ۔

یعنی خدا تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے۔"

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اُمتی کی تعریف درحقیقت آپ کی ہی تعریف ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

"اس بات کو ہر جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہر ایک مدح و ثناء جو کسی مومن کے الہامات میں کی جائے وہ حقیقی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح ہوتی ہے۔ اور وہ مومن بقدر اپنی متابعت کے اس مدح سے حصہ حاصل کرتا ہے۔" (براہین احمدیہ — حاشیہ ۲۳۹ ۲۴۲)

حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے تو خدا تعالیٰ کی تعریف حاصل کرنے کا ذریعہ بھی بیان کیا ہے، فرماتے ہیں ؎

اگر خواہی کہ حق گوید ثنایت　٭　بشو از دل ثنا خوانِ محمدؐ

یعنی اگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا خواں بن جاؤ تو خدا تعالیٰ تمہاری تعریف کرے گا۔"

باقی یَمْشِی اِلَیْکَ یعنی خدا تعالیٰ تیری طرف چل کر آتا ہے کسی اعتراض کا محل نہیں کیونکہ حدیث میں تو آتا ہے :۔

مَن اتانى يمشى اَتيتُهٗ هرولةً ۔ (صحیح مسلم باب التقرب الی اللہ)

یعنی جو میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دَوڑ کر آتا ہوں۔"

کیا قادری صاحب اس کو بھی قابلِ اعتراض خیال کریں گے ؟

ابن مریم بننے کی حقیقت :۔

ایک بات ماہر القادری صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ بیان کی ہے کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں :۔

"مریم کی طرح عیسیٰؑ کی رُوح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینہ سے زائد نہیں بذریعہ الہام[1] کے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا

---

[1] یہ عبارت صحیح نقل نہیں کی گئی۔ یہاں اصل عبارت یوں ہے "آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسیٰ بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔"

گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا" (کشتی نوح)
اس عبارت کے متعلق قادری صاحب لکھتے ہیں :۔
"کسی شریف، معقول اور سمجھدار آدمی کے منہ سے بھلا ایسی بے تکی باتیں نکل سکتی ہیں" (ص۱۳)
ماہرالقادری صاحب کا دماغ لطیف روحانی استعارات اور کنایات کے ادراک سے قاصر ہے۔ اگر وہ کشتی نوح کے اس حصہ کی اصل عبارت کو مطالعہ کر لیتے تو شاید اصل حقیقت کا سمجھنا ان کے لئے دشوار نہ ہوتا۔ حضورؑ نے سورۂ مریم کی آیت ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ..... وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ سے ثابت کیا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں کی مثال فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریمؑ سے دی ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق اپنے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ آپ ایک عرصہ تک "مریمی حیثیت" میں تھے۔ فرماتے ہیں۔ ؏

مدتے بودم برنگِ مریمی

اس کے بعد آپ میں عیسیٰ کی رُوح نفخ کی گئی اور آپؑ "مریمی صفات" سے "عیسوی صفات" کی طرف منتقل ہو گئے۔ حضورؑ نے صاف فرمایا ہے "اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا" مگر ماہرالقادری صاحب اپنی بے بصیرتی کے سبب اس استعارہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں اور اُلٹا تمسخر کا پہلو اختیار کرتے ہیں حالانکہ پرانے بزرگوں نے کئی مواقع پر اس قسم کے **رُوحانی استعارات** کو استعمال کیا ہے جن میں مولانا رومیؒ، حضرت شیخ سہروردیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں ؎

ہمچو مریم جاں ز آسیب حبیب ÷ حاملہ شد از مسیحِ دلفریب
(مثنوی)

یعنی ایسے مومن کی جان پر جو مریم صفت ہو جب حبیب کا سایہ پڑا تو وہ دلفریب مسیح سے حاملہ ہو گئی۔"
علاوہ ازیں ڈاکٹر اقبال صاحب کا بیان ہے :۔
"مجھ میں فکرِ شعر کی جو تحریک پیدا ہوتی ہے اس کو **جنسی تحریک سے** بھی **مماثل** قرار دیا جا سکتا ہے اور **حالتِ حمل سے بھی**۔" (ذکرِ اقبال ص۲۴۲)
ڈاکٹر اقبال صاحب کے اس بیان کو اب ماہرالقادری صاحب جیسا بد ذوق اور کور باطن فوراً "غیر شریفانہ" اور "غیر معقول" بات قرار دے گا۔ اگر شعر کی دنیا میں "حالتِ حمل" پیدا ہو جاتی ہے تو روحانی دنیا میں استعارۃً اور کنایۃً یہ کیفیت کیوں پیدا نہیں ہو سکتی؟ ؎

کیونکہ خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز ÷ جغرافیئے میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

کیا حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے اقوال میں تناقض ہے؟

ماہر القادری صاحب اپنے مضمون میں ایک بات یہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی تحریرات میں تناقض پایا جاتا ہے۔ لکھتے ہیں:-

"مرزا کے دروغ گو اور جھوٹے ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس کے کلام میں عدد رجہ تناقض پایا جاتا ہے کبھی کچھ کہتا ہے اور کبھی کچھ ..... اس کے یہاں ایسے اقوال بھی ملتے ہیں جن میں دعویٔ نبوّت کا انکار ہے مگر بعض دوسرے اقوال میں اس کے نبی ہونے کا بھی دعویٰ ہے۔" (ص۱۶)

اس ضمن میں قادری صاحب نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی بعض تحریرات درج کی ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کبھی آپ نے نبوّت کا اقرار کیا اور کبھی انکار۔ کبھی نزولِ وحی کا اقرار ہے اور کبھی انکار۔ پھر کبھی محدثیّت کا دعویٰ کیا ہے۔ پھر اپنے آپ کو کبھی مسیح کبھی مثیلِ مسیح اور کبھی ابنِ مریم کہا ہے۔ پھر اپنے آپ کو "نبی" کہا بلکہ انبیاء کرام اور نعوذ باللہ رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے افضل کہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

ماہر القادری صاحب نے اپنی طرف سے جو "سب سے بڑی دلیل" پیش کی ہے وہی ان کے سب سے بڑے جاہل ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ کیونکہ بعض دعاوی میں تدریج اور اس کی مختلف نوعیتوں کی وجہ سے مختلف ناموں کو ہی اگر تناقض کہا جاتا ہے تو پھر قادری صاحب سیدنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول من قال انا خیر من یونس بن متّی فقد کذب (صحیح بخاری) یعنی جس نے کہا کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں اس نے جھوٹ بولا۔ اور پھر یہ فرمایا:-

انا سیّد الاوّلین والآخرین من النبیین (فردوس دیلمی)

کہ میں تمام پہلے اور پچھلے انبیاء کا سردار ہوں

کو تناقض قرار دیں گے؟ اسی طرح ایک موقع پر آپ نے فرمایا:-

لا تخیّرونی علی موسیٰ (صحیح بخاری) یعنی مجھے موسیٰ پر ترجیح مت دو

اور دوسری جگہ فرمایا:-

لو کان موسیٰ حیًّا لما وسعہ الّا اتباعی (بخاری)

یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔

کیا ان دونوں میں تناقض[1] ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ یہی کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مختلف زمانوں میں کلام فرمایا اور آپ پر اپنی حقیقی شان کا انکشاف تدریجی طور پر ہوا۔ اسی طرح اگر آپ کے خادم اور غلام حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ پر اپنی شان کا انکشاف تدریجی طور پر ہوا اور اسی رنگ میں آپ نے اس کو بیان فرما دیا تو وہ کس طرح تناقض کہلا سکتا ہے؟

اسی طرح مختلف اعتبارات کی وجہ سے مختلف ناموں کا استعمال بھی تناقض نہیں کہلا سکتا۔ اسی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے آریہ اور عیسائی معترضین قرآن کریم میں اختلاف اور تناقض ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ فرمایا مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ اور دوسری جگہ فرمایا وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ پھر ایک جگہ فرمایا اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ قرآن کریم میں حقیقتاً کوئی اختلاف نہیں۔ یہی کہا جائے گا کہ دو الگ الگ نقطۂ نظر سے ایک بات کو بیان کیا گیا ہے۔ اگر اس بات کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر نہ صرف انبیاء بلکہ تمام انسانوں کی زندگی میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک انسان کسی وقت بچہ، پھر جوان اور پھر بوڑھا ہوتا ہے اسی طرح مختلف نوعیتوں کی وجہ سے ایک ہی انسان باپ، خاوند، بھائی، چچا اور ماموں وغیرہ ہوتا ہے۔ مگر ماہر القادری صاحب شاید ان تمام کو تناقض کہہ ڈالیں۔ حالانکہ اسی لئے کہا گیا ہے لولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ۔

غرض تدریجی ترقی اور زمانہ کے فرق کو اور پھر مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں کو کسی بھی حالت میں تناقض کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ ماہر القادری صاحب کا حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کے مختلف زمانوں میں مختلف دعاوی یا بعض باتوں کا ان کے الگ الگ اعتبارات کی وجہ سے اقرار اور انکار کو تناقض قرار دینا ان کی اپنی کم علمی اور جہالت کا ثبوت ہے۔

اِس ضمن میں قادری صاحب نے جس بات کو سب سے بڑھ کر اپنے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ یہ ہے کہ:-

"اس کے یہاں ایسے اقوال بھی ملتے ہیں جن میں دعویٔ نبوت کا انکار ہے۔ گو بعض

---

[1] اہل منطق نے تناقض کے لئے آٹھ باتوں کا اتحاد ضروری قرار دیا ہے ؎

در تناقض ہشت وحدت شرط داں ؛ وحدتِ موضوع و محمول و مکاں

وحدت شرط و اضافت جزو و کل ؛ قوت و فعل است در آخر زماں

ہمارا چیلنج ہے کہ ماہر القادری صاحب یا ان کے کوئی ہمنوا ان شرائط کے ماتحت حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی تحریر سے کوئی تناقض ثابت نہیں کر سکتے۔

دوسرے اقوال میں اس کے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔"
حالانکہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی تحریرات میں اس اقرار اور انکار کی وجہ نبوت کے دو الگ الگ تصورات ہیں۔ چنانچہ آپؑ خود اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے وہ صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا"
(ایک غلطی کا ازالہ)

اس حوالہ کے مطالعہ کے بعد اگر قادری صاحب میں ذرہ بھر بھی دیانت موجود ہو تو ان کو اپنی غلطی کا واضح طور پر اقرار کرنا چاہیئے۔ اسی طرح آپ نے "نئی تشریعی وحی" کا انکار کیا ہے مگر "وحی ولایت" یا وحی غیر تشریعی کا اثبات کیا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام سے شدت مشابہت کی بنا پر اپنے آپ کو "ابن مریم" اور "مسیح" بھی کہا ہے اور بوجہ اس کے مثیل ہونے کے "مثیل مسیح" بھی فرمایا ہے۔ آخر اس میں کون سا تناقض ہے جس کی آڑ لیکر قادری صاحب دشنام دہی اور گالیوں پر اتر آئے ہیں؟

پھر قادری صاحب نے ایک تناقض یہ پیش کیا ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے ایک جگہ اپنی تحریر میں صحابہ کرام رضؓ کی مدح و ستائش فرمائی ہے اور اپنے تئیں ان کا خاک پا قرار دیا ہے اور دوسری جگہ حضرت امام حسین رضؓ کے بارے میں لکھا۔ ع صد حسین است در گریبانم

قادری صاحب نے تناقض کی جو مثال پیش کی ہے وہ بھی ان کی سوء فہمی پر دال ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ کے متعلق حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا مسلک یہی تھا جو آپ نے اپنے ایک شعر میں بیان کیا ہے ؎

قوم کرام لا نفرق بینھم ❊ کانوا لخیر الرسل کالاعضاء

یعنی تمام صحابہ رضؓ قابل احترام قوم تھے اور ہم ان میں کچھ فرق نہیں کر سکتے اور وہ تمام حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء کی حیثیت رکھتے تھے۔"

اور اہلبیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کو خاص عقیدت اور محبت تھی اور اپنے متعلق فرماتے ہیں ع

جانم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

اور پھر حضرت امام حسین رضؓ کی تعریف میں فرماتے ہیں:۔

"ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ یزید ایک ناپاک طبع دنیا کا کیڑا اور ظالم تھا..... مگر حسین رضی اللہ عنہ طاہر مطہر تھے اور بلاشبہ وہ ان بزرگوں میں سے تھے جن کو خدا تعالیٰ اپنے ہاتھ سے صاف کرتا ہے اور اپنی محبت سے معمور کر دیتا ہے اور بلاشبہ وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور ایک ذرا کینہ رکھنا اس سے موجب سلب ایمان ہے۔" (تبلیغ الحق ص۲۱ مطبوعہ ۱۹۰۶ء)

حضورؑ کے ان واضح ارشادات کی موجودگی میں حضورؑ کے ایک مصرعہ سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپؑ نے حضرت امام حسینؓ کی ہتک کی ہے سراسر تعدّی ہے اور اسے تناقض کہنا تو جہالت اور نادانی کا زندہ ثبوت ہے۔ اگر قادری صاحب اس شعر کا پہلا مصرعہ بھی درج کر دیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ حضورؑ نے ان کی کسی منقصت کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ واقعۂ ہائلہ کربلا کی شدت کا اظہار فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

کربلائیست سیر ہر آنم

یعنی میں ہر آن ایک کربلا میں گشت لگا رہا ہوں، اور وہ کربلا کیا ہے اس کے متعلق فرماتے ہیں ؎

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید ÷ دینِ حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدین

این دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت ÷ کثرتِ اعداءِ ملت قلتِ انصارِ دین

یہ وہی مفہوم ہے جسے مولانا ظفر علی خان نے ع

اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

میں باندھا ہے۔ اور جب ایک سے زیادہ کربلائیں ہو سکتی ہیں تو ایسے مواقع پر ان کربلاؤں کی سیر سے جو تکلیف قلب انسانی پر گزرتی ہے وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی کو کئی گنا بڑھ کر یاد دلاتی ہے حضور علیہ السلام نے تکلیف کی جگہ صرف تکلیف کو بیان فرمایا ہے تاکہ نواسۂ رسول ہونے کا جو تعلق ہے وہ قلبِ انسانی میں زیادہ سوز و گداز پیدا کر سکے اور حضورؑ کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ اسلام کی موجودہ حالت دیکھ کر سو گنا زیادہ تکلیف میرے قلب کو پہنچ رہی ہے۔ اظہارِ تکلیف کی شدت کے لئے "صد حسین" بطور محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ جیسے علامہ نوعی جو خود ایک شیعہ عالم ہیں فرماتے ہیں ؎

کربلائے عشقم و لب تشنہ سرتاپائے من ÷ صد حسین کشتہ در ہر گوشہ صحرائے من

حضرت بانی جماعت احمدیہ کا دعویٰ تشریعی نبوت کا نہیں

ماہر القادری صاحب نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی کتاب "اربعین" کے ایک نامکمل حوالہ سے یہ ثابت

کرنے کی کوشش کی ہے کہ گویا آپؑ نے تشریعی نبی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ قادری صاحب نے اپنے استدلال میں انتہائی بددیانتی سے کام لیا ہے اور خلافِ منشاءِ متکلّم بات پیش کرنے میں اپنی شاطرانہ مہارت کا ثبوت دیا ہے اگر واقعہ میں حضورؑ نے کوئی نئی شریعت یا نئے احکام اپنی جماعت کو دیئے تھے تو قادری صاحب ان کو پیش فرماتے۔ مگر ان کا مقصود تو اندھی مخالفت اور مخلوقِ خدا کو گمراہ کرنا ہے۔ ورنہ ان کو معلوم ہے کہ جماعتِ احمدیہ قیامت تک کے لئے اپنے پیارے آقا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری تشریعی نبی یقین کرتی ہے اور قرآنی شریعت کو ہمیشہ کے لئے سرچشمہ ہدایت تسلیم کرتی ہے۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے اپنی جماعت کو ہمیشہ اس کی تلقین کی اور یہی تعلیم بیان فرمائی۔ چنانچہ آپؑ نے جماعت کے لئے جو آخری وصیت تحریر فرمائی اس میں فرماتے ہیں:۔

> "یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوّت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطّل۔ بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔" (الوصیت)

پھر اپنی کتاب "چشمہ معرفت" میں جو ۱۹۰۸ء کی تالیف ہے نئی شریعت کے پیش کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا دشمن ہے اور وہ بے دین اور مردود ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> "ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سیّد و مولےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور آنجنابؐ کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ شریعت۔ اگر کوئی ایسا دعویٰ کرے تو بلا شبہ وہ بے دین اور مردود ہے..... خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے خلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔"
> (چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴، صفحہ ۳۲۵)

ان واضح حوالجات اور حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کی اس مضمون کی سینکڑوں تحریرات کی موجودگی میں اس بات کا ادعا کرنا کہ گویا آپؑ نے تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا تھا ایک بہت بڑی جسارت ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ قادری صاحب نے اربعین کا خود ہرگز مطالعہ نہیں کیا بلکہ کسی دشمن احمدیت کی کتاب سے یہ فقرات درج کرکے مغالطہ دہی کی کوشش کی ہے۔ ورنہ اگر وہ اصل کتاب کا مطالعہ کرتے اور سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے تو وہ خود اقرار کرتے کہ حضورؑ کے فقرہ "میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی

تجدید ہے" کا ہرگز یہ مفہوم نہیں ہے کہ آپؑ نے نعوذ باللہ کوئی نئے شرعی اوامر و نواہی بیان کئے ہیں بلکہ مراد صرف اس قدر ہے کہ بعض قرآنی احکام کی آیات آپؑ پر دوبارہ نازل ہوئی ہیں تاکہ بعض ضروری احکام کی تجدید ہو۔ چنانچہ اس کے آگے خود حضورؑ اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں:۔

"ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کا خاتم ہے۔ تاہم خدا تعالیٰ نے اپنے نفس پر حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو، جھوٹی گواہی نہ دو، زنا نہ کرو، خون نہ کرو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا بیانِ شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔" (اربعین ۴ صفحہ ۶)

اس حوالہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہؑ جب سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء اور قرآن کریم کو خاتم الکتب بیان فرماتے ہیں تو آپؑ کی وحی جو قرآنی امر و نہی پر مشتمل ہے صرف بیانِ شریعت ہوئی نہ کہ شریعت جدیدہ۔

جہاد اور جماعتِ احمدیہ

ماہر القادری صاحب نے اپنی غلط بیانیوں کی جو طویل فہرست جماعت احمدیہ کے مخالفین کی کتب سے نقل کی ہے اس میں ایک بات یہ بیان کی ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے جہاد کو منسوخ قرار دیدیا ہے لکھتے ہیں:۔

"انگریز مسلمانوں کے "جوشِ جہاد" سے ڈرتا تھا اور مرعوب تھا۔ مرزا ئے قادیان نے انگریز کی دلدہی اور خوشنودی کے لئے دین کے اس عظیم رُکن کی تنسیخ کا اعلان کر دیا۔" (صفحہ ۱۱)

قادری صاحب کا یہ بیان کہ حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے انگریزوں کی خوشنودی کے لئے جہاد کو منسوخ کر دیا انتہائی دھوکہ دہی اور غلط بیانی پر مبنی ہے۔ حضورؑ نے کسی جگہ بھی یہ تحریر نہیں کیا کہ جہاد کا قرآنی حکم ہمیشہ کے لئے منسوخ کر دیا گیا ہے۔ ہم ماہر القادری صاحب کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ حضورؑ کی کتب سے کوئی حوالہ پیش کریں جس میں جہاد کی تنسیخ کا اعلان ہو۔ جس بات کو ماہر القادری صاحب نے غلط رنگ دینے کی لاحاصل کوشش کی ہے اس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ حضرت بانی جماعت احمدیہؑ نے اس بات کو پیش فرمایا ہے کہ اس زمانہ میں چونکہ ملک میں امن قائم ہو گیا ہے اور دینی احکام کی بجا آوری میں کوئی روک نہیں اور دشمنانِ اسلام بجائے تلوار کے قلم کے ذریعہ سے اسلام

پر حملہ آور ہیں اسلئے ہمیں بھی دین کی خاطر تلوار اٹھانے کی ضرورت نہیں بلکہ پُر امن ذرائع سے اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنی چاہیئے اور اس طرح بجائے جہاد بالسیف کے جہاد بالقرآن اور جہاد بالقلم کرنا چاہیئے کیونکہ تلوار کے جہاد کے لئے جن شرائط کی موجودگی ضروری ہے وہ اسوقت اور اس ملک میں موجود نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"لا شكّ انّ وجوه الجهاد معدومة فى هذا الزمن وهذه البلاد"

(تحفہ گولڑویہ)

یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد کی شرائط اسوقت اور اس زمانہ میں نہیں پائی جاتیں۔"

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ کے ظہور کی ایک علامت یہ بیان فرمائی تھی کہ يَضَعُ الْحَرْبَ (بخاری) یعنی مسیح موعود جنگ وجدال کو موقوف کر دیگا اور اس کا زمانہ صلح و آشتی اور امن کا ہوگا اور جنگوں اور لڑائیوں کو اس کے عہد میں ملتوی کر دیا جائے گا[1]۔ چنانچہ قادری صاحب نے حضورؑ کی جس نظم کے دو ابتدائی شعر نقل کئے ہیں اس میں حضورؑ فرماتے ہیں ؎

کیوں بھولتے ہو تم يَضَعُ الْحَرْب کی خبر　÷　کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفےٰ　÷　عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

ان اشعار میں لفظ "التوا" خاص طور پر قابلِ غور ہے اور یہی وہ امر ہے جس کا ذکر اس شعر میں کیا گیا ہے ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو! خیال　÷　دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

کیونکہ لفظ "اب" جس کا تکرار اس شعر میں خاص طور پر اس امر کی تعیین کرتا ہے کہ یہ حکم صرف موجودہ حالات اور جہاد بالسیف کی شرائط کے نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ آپؑ کے نزدیک جہاد بالسیف علی الاطلاق حرام نہیں بلکہ اس کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اسے معرضِ التوا میں ڈال دیا گیا ہے اور جب بھی اس کی شرائط پائی جائیں گی تو اُس وقت وہ ضروری اور فرض ہوگا۔ چنانچہ حضورؑ اپنے ایک مکتوب میں جو آپ نے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو تحریر فرمایا صاف طور پر لکھتے ہیں:۔

"اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے۔ اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلاءِ کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ اسلام کی خوبیاں دُنیا میں پھیلائیں۔ یہی جہاد ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت

---

[1] چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے عین حیات لڑائیاں اور جنگیں نہیں ہوئیں بلکہ جنگِ عظیم اور دیگر بڑی لڑائیاں بھی آپ کی وفات کے بعد ہوئی ہیں آپؑ کا زمانہ مکمل امن و آشتی کا تھا۔

دُنیا میں ظاہر کردے۔"

یہی مسلک آپ سے قبل حضرت سید احمد صاحب بریلوی مجدد صدی سیزدہم نے بھی اختیار کیا۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ سکھوں سے جہاد کرتے ہیں اور انگریزوں سے کیوں نہیں فرماتے تو آپ نے جواباً فرمایا:۔

"ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے۔ سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں۔"
(سوانح احمدی صلے مؤلفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

یہی مسلک مولوی محمد حسین بٹالوی[1]، نواب صدیق حسن صاحب بھوپالوی، سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولوی احمد رضا خان دہلوی، مولانا شبلی نعمانی، سر سید احمد خان، خواجہ حسن نظامی، مولوی اشرف علی تھانوی اور دیگر متعدد علماء نے اختیار کیا[2]۔ ہم قادری صاحب کے لئے مولوی مودودی صاحب کا فتویٰ ضروری طور پر درج کرنا چاہتے ہیں جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ ہندوستان دار الحرب نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:۔

"ہندوستان اُس وقت بلاشبہ دار الحرب تھا جب انگریزی حکومت یہاں اسلامی سلطنت کو مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اُس وقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ یا تو اسلامی سلطنت کی حفاظت میں جانیں لڑاتے یا اس میں ناکام ہونے کے بعد یہاں سے ہجرت کر جاتے لیکن وہ مغلوب ہو گئے اور انگریزی حکومت قائم ہو چکی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کر لیا تو اب یہ ملک دار الحرب نہیں۔" (سود حصہ اول حاشیہ صفحہ طبع اول)

مودودی صاحب کے اس حوالہ سے واضح ہے کہ اُس وقت ہندوستان دار الحرب نہیں تھا اسلئے انگریز سے جہاد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور واقعات بھی اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ مودودی صاحب اور دیگر تمام علماء نے ہرگز کوئی بھی جہاد نہیں کیا۔ عجیب ستم ظریفی ہے کہ اگر حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ اس مسلک کو بیان فرمائیں تو اسے "انگریز کی دلجوئی اور خوشنودی" کا نام دیا جائے اور اگر تمام علماء اپنے فتاوی اور عمل سے جہاد کو حرام گردانیں تو قادری صاحب ان کو پھر بھی "جوشِ جہاد" کے متوالے خیال فرمائیں۔ یہ تو وہی بات ہوئی جو کسی شاعر نے بیان کی ہے ؎

---

[1] مولوی صاحب اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں لکھتے ہیں:۔

"اہل اسلام کو ہندوستان کے لئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔" (اشاعۃ السنہ جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۱)

[2] تفصیلی حوالہ جات کے لئے ماہنامہ الفرقان ربوہ کا جہاد نمبر (جون جولائی ۱۹۶۶ء) ملاحظہ فرمائیں۔

تمہاری زلف میں آئی تو حسن کہلائی ؎ وہ تیرگی جو مرے نامۂ سیاہ میں ہے

جماعت احمدیہ نے عملاً جہاد میں حصہ لیا

پھر یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ جماعت احمدیہ جس وقت جہاد بالسیف کی شرائط نہیں تھیں تو **"جہاد بالقرآن"** (جسے جہادِ کبیر قرار دیا گیا ہے) اور **جہاد بالنفس** (جسے جہادِ اکبر کہا گیا ہے) میں مصروف تھی اور اسلام پر حملہ آور عیسائی اور آریہ سماجی طاقتوں کے خلاف نبرد آزما تھی اور جس وقت مسلم لیگ "قیامِ پاکستان" کی جنگ کانگریس اور انگریز کے خلاف لڑ رہی تھی تو اُس وقت جماعت احمدیہ نے مسلم لیگ کے ہاتھ مضبوط کئے اور پھر جس وقت قیامِ پاکستان کے بعد کشمیر میں مسلمانوں پر ڈوگرا شاہی اور ہندوستانی افواج مظالم ڈھا رہی تھیں تو اُس وقت **جماعت احمدیہ پاکستان کی واحد والنٹیئر کور "فرقان بٹالین"** برسرِپیکار تھی اور حکومت سے تعاون کرتی ہوئی **جہاد بالسیف کو عملی رنگ میں** بجا لا رہی تھی۔ مگر اس کے برعکس یہ الزام لگانے والے علماء انگریز کے عہد میں "بسم اللہ کے گنبدوں" میں بیٹھے اشاعت اور تبلیغ کے فریضہ اور جہاد بالسیف سے بالکل بیگانہ تھے۔ اور مولوی مودودی صاحب نے تو قیامِ پاکستان کی جنگ میں "مسلم لیگ" کی ہر رنگ میں مخالفت کی اور اس طرح کانگریس کے ہاتھ مضبوط کئے اور پھر جہادِ کشمیر کو حرام قرار دیدیا۔ گویا احمدی ہی ہر میدان کے شاہسوار ثابت ہوئے ہیں ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اُٹھا نہ کوئی ؎ کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

جماعت احمدیہ کے مسلک کی برتری کا اعتراف

جہاد کے متعلق جس مسلک کی رہنمائی حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے فرمائی اور جس کو جماعت احمدیہ اپنے آغاز سے اپنائے ہوئے ہے وہ اس قدر شاندار اور نمایاں ہے کہ اس کی برتری کا اعتراف بعض حق پسند مصنفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم ملک کے مشہور مؤرخ و ادیب شیخ محمد اکرام صاحب ایم۔ اے کی تاریخ بنام موجِ کوثر کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں:-

> "احمدی جماعت کے فروغ کی ایک اور وجہ ان کی تبلیغی کوششیں ہیں۔ مرزا صاحب اور ان کے معتقدوں کا عقیدہ ہے کہ اب جہاد بالسیف نہیں بلکہ جہاد بالقلم اور جہاد باللسان یعنی تحریری اور زبانی تبلیغ کا زمانہ ہے۔ ان کے اس عقیدہ سے عام مسلمانوں کو اختلاف ہے لیکن **واقعہ یہ ہے کہ آج جہاد بالسیف کی اہلیت نہ احمدیوں میں ہے اور نہ عام مسلمانوں میں۔** ؏ طاقتِ جلوۂ سینا نہ تو داری و نہ من

عام مسلمان تو جہاد بالسیف کے عقیدے کا خیالی دم بھر کے نہ عملی جہاد کرتے ہیں اور نہ تبلیغی جہاد۔ لیکن احمدی ...... دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو ایک فریضۂ مذہبی سمجھتے ہیں اور اس میں انہیں خاصی کامیابی ہوئی ہے۔" (موج کوثر صـ ۱۹۲-۱۹۳)

والفضل ما شهدت به الاعداء!

انگریزی حکومت کی "نیاز مندی" کا اعتراض اور اس کا جواب

ماہر القادری صاحب نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام پر ایک یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی "وفاداری" اور "نیازمندی" کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :-

"مرزا غلام احمد کی سیرت و کردار کی یہی جھلک اسے بے نقاب کرنے کے لئے کافی ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری اور نیازمندی پر اُس نے فخر کیا ہے۔" (صـ ۱۶)

قادری صاحب نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کی تحریرات سے بعض نامکمل اور سیاق و سباق سے الگ کر کے حوالجات درج کئے ہیں۔ انگریزی حکومت کی وفاداری کے متعلق اعتراض کی اصلیت واضح کرنے سے قبل ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضورؑ پر یہ اعتراض موجودہ زمانہ کی پیداوار ہے ورنہ حضورؑ کے اپنے زمانہ میں آپؑ کے مخالفین کی طرف سے آپؑ پر یہ اعتراض نہیں کیا گیا بلکہ اس کے برعکس علماء کی ایسی تحریرات ضرور ملتی ہیں جس میں انہوں نے حکومت برطانیہ کو متنبہ کیا کہ وہ مرزا صاحب اور آپ کی جماعت سے "پُرحذر" اور ہوشیار رہیں۔ چنانچہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کی سب سے زیادہ مخالفت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے کی اور وہ ہمیشہ اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں انگریزی حکومت کو متوجہ کرتے رہے کہ :-

"گورنمنٹ کو اس کا (حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کا۔ ناقل) اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پُرحذر رہنا ضروری ہے ورنہ اس مہدی کادیانی سے اسقدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا۔" (اشاعۃ السنہ۔ حاشیہ جلد ۱۶ صـ ۱۶۸)

اس کے متعلق حضورؑ اپنی کتاب "حقیقۃ المہدی" میں اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"مولوی محمد حسین بٹالوی بٹالہ سے بنارس تک اپنا قابل شرم استفتاء لیکر میرے کفر کی نسبت مُہریں لگواتا پھرا۔ اور پھر جب فقط ایسی کارروائی پر اس کی طبیعت خوش نہ ہوئی تو گورنمنٹ تک خلاف واقعہ باتیں میری نسبت پہنچاتا رہا کہ یہ شخص دربردہ باغی ہے اور مہدی سوڈانی سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔" (حقیقۃ المہدی صـ ۲)

مخالفین نے جن میں علماء اور عیسائی پادری پیش پیش تھے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کے خلاف انگریزی حکومت کو اُکسایا اور آپ کو "باغی" ثابت کرنے کی کوشش کی۔ انگریزی حکومت کو مہدی سوڈانی کے طریق کار سے پہلے ہی تلخ تجربہ تھا اور پھر مسلمانوں میں مہدی کے متعلق عام تصور یعنی "خونی مہدی" کی وجہ سے بھی انگریزی حکومت کو خوف تھا اسلئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کو اس پروپیگنڈا کی سختی سے تردید کرنا پڑی اور اپنا موقف بار بار واضح کرنا پڑا۔ اگر اس پس منظر کو ملحوظ رکھا جائے تو یقیناً آج آپ پر انگریزی حکومت کی وفاداری اور نیازمندی کا اعتراض خود بخود باطل ٹھہرتا ہے۔ اگر موجودہ وقت میں قادری صاحب کا بیان درست تسلیم کیا جائے تو یقیناً انکے وہ بزرگ اور راہنما جنہوں نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ پر انگریزوں کے باغی ہونیکا الزام لگایا تھے جھوٹے تھے اور اگر وہ سچے تھے تو پھر یقیناً قادری صاحب نے کذب و افترا سے کام لیا ہے۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے انگریزی حکومت کی تعریف اُن کے ملک میں امن بحال کرنے، مذہبی آزادی دینے اور رفاہِ عامہ وغیرہ کی سہولتیں میسّر کرنے کی وجہ سے فرمائی ہے اور دُنیوی لحاظ سے بوجہ رعایا ہونے کے اپنی وفاداری کا یقین دلایا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انگریزوں کے پنجاب میں آنے سے قبل سکھوں کی حکومت تھی اور سکھوں کے عہدِ حکومت میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی اور پُر امن زندگی حاصل نہیں تھی بلکہ مسلمان ان کی بربریت و مظالم اور وحشیانہ حرکات کا شکار تھے۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

> "مسلمانوں کو ابھی تک وہ زمانہ نہیں بھُولا جبکہ وہ سکھوں کے ہاتھوں ایک دہکتے ہوئے تنور میں مبتلا تھے اور انکے دستِ تعدّی سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا تباہ تھی بلکہ ان کے دین کی حالت اس سے بھی بدتر تھی۔ دینی فرائض کا ادا کرنا تو درکنار بعض اذان کے کہنے پر جان سے مارے جاتے تھے۔" (اشتہار ۱۰ر جولائی ۱۹۰۰ء)

سکھوں کے اس وحشیانہ دَور کے مقابلہ میں انگریزوں کی حکومت صلح و آشتی اور مذہبی آزادی کا گہوارہ تھی۔ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے انگریزی حکومت کی اسی مذہبی آزادی، عدل گستری اور ملک میں امن بحال کرنے کی وجہ سے تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

> "گورنمنٹ نے ہر ایک قوم کو اپنے مذہب کی اشاعت کی آزادی دے رکھی ہے اسلئے ہر طرح لوگوں کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پرکھنے اور ان پر غور کرنے کا موقع مل گیا ....
> یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسان کا ذکر کرتے ہیں۔" (روئیداد جلسہ دُعا)

حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام کی بعثت کی غرض یہی تھی کہ اسلام کی عالمگیر اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا جائے اور اسلام کے مقابلہ میں دیگر تمام مذاہب کا باطل اور مُردہ ہونا ثابت کیا جائے۔ لازمی طور پر یہ عظیم الشان کام بغیر مذہبی آزادی کے پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ اسلام کے مقابلہ پر عظیم فتنہ عیسائیت کا تھا اور خود انگریزی حکومت عیسائیوں کی حوصلہ افزائی کر رہی تھی کیونکہ وہ سمجھتی تھی کہ عیسائیت کے پرچار سے اس کے ہاتھ مضبوط ہوں گے۔ چنانچہ لارڈ لارنس نے کہا تھا کہ :-

"کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اِس امر سے زیادہ موجب استحکام نہیں ہوسکتی کہ ہم **عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں**" (لارڈ لارنس لائف جلد ۲ صفحہ ۳۱۳)

ایسے حالات میں حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام نے یہ اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو "کاسرِ صلیب" بنا کر کھڑا کیا ہے تاکہ صلیبی فتنہ کو پاش پاش کر دیا جائے۔ اس وجہ سے آپ نے عیسائی پادریوں کو ہر میدان میں للکارا اور مسیحی عقائد، الوہیت مسیح، تثلیث اور کفارہ کی عقلی اور نقلی دلائل سے ایسی دھجیاں بکھیریں کہ ایڈیٹر وکیل امرتسر نے آپ کی وفات پر جو مقالہ سپردِ قلم کیا اس میں آپ کو "**فتح نصیب جرنیل**" کا خطاب دیا اور لکھا :-

"اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس **ابتدائی اثر کے پرخچے اڑا دیئے جو سلطنت** کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود **عیسائیت کا طلسم دھواں بن کر اُڑنے لگا**"

حضرت بانی جماعت احمدیہ کی عیسائیت کے خلاف کاری ضرب نے ایوانِ عیسائیت میں تہلکہ مچا دیا اور عیسائی پادریوں نے حکومت کو آپ کے خلاف بدظن کرنا شروع کیا اور اس امر کی کوشش کی کہ آپ کو گرفتار کروا دیا جائے مگر خدا تعالیٰ نے آپ کو محفوظ رکھا۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ پر آج یہ اعتراض کرنے والے تاریخ کی اس روشن حقیقت کو فراموش کر کے آپ پر انگریزی حکومت کی "نیاز مندی" کا الزام لگاتے ہیں حالانکہ واضح ہے کہ جہاں تک تبلیغ اسلام اور ابطالِ عیسائیت کا تعلق ہے آپ نے ہر مخالف کو مقابل پر بلایا اور **ملکہ قیصرہ ہند** کو بھی تبلیغ اسلام فرمائی مگر دوسری طرف حکومتِ وقت کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور ان کی اچھی باتوں کی تعریف فرمائی اور یہ امر حدیث نبویؐ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ کے عین مطابق ہے اور اگر قادری صاحب کے نزدیک حضورؑ کا یہ فعل صحیح اور درست نہیں تو ہم ان سے کہتے ہیں۔ ع ایں گنا ہیست کہ در شہر شما نیز کنند!

چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو فرقہ اہلحدیث کے ایڈووکیٹ کہلاتے تھے اشاعۃ السنۃ میں لکھتے ہیں :-

"اس امن و آزادی عام و حسنِ انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے **اہلحدیث ہند اس سلطنت** کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور **اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے**

بہتر جانتے ہیں اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اور کہیں) کسی اور ریاست کی محکوم رعایا ہونا نہیں چاہئے۔" (اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۰ جلد ۶ صفحہ ۲۹۳)

اب قادری صاحب بتائیں کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق کیا حکم صادر کریں گے؟

اسی طرح مولوی ظفر علیخان ایڈیٹر روزنامہ "زمیندار" نے اپنے اخبار میں متعدد مقالات انگریزی حکومت کی تعریف و توصیف میں رقم کئے ہم صرف ایک حوالہ درج کرتے ہیں جس میں انہوں نے گورنمنٹ برطانیہ کو "سایۂ خدا" تک قرار دیا۔ لکھتے ہیں:-

"زمیندار اور اس کے ناظرین گورنمنٹ برطانیہ کو سایۂ خدا سمجھتے ہیں اور اس کی عنایت شاہانہ و انصاف خسروانہ کو اپنی دلی ارادت و قلبی عقیدت کا کفیل سمجھتے ہوئے اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک ایک قطرے کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کے لئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے۔" (زمیندار ۹ر نومبر ۱۹۱۱ء)

مسلم زعماء اور علماء کے اس مضمون کے بیسیوں حوالجات پیش کئے جا سکتے ہیں۔[۱] سر سید احمد خان صاحب کی علمی اور سیاسی خدمات کے تو سب ہی مسلمان معترف ہیں انہوں نے انگریزی حکومت کی تعریف و توصیف میں متعدد تقاریر کیں اور ان کے خلاف بغاوت کو "حرامزدگی" قرار دیا۔ (رسالہ اسباب بغاوت ہند)

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے قادری صاحب کے اعتراض کا خود بھی جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا جیسا کہ نادان لوگ خیال کرتے ہیں نہ اس سے کوئی صلہ چاہتا ہوں بلکہ میں ایمان اور انصاف کی رُو سے اپنا فرض دیکھتا ہوں کہ اس گورنمنٹ کی شکرگزاری کروں۔" (تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۳)

باقی یہ اعتراض کرنا کہ آپ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے تو آپ نے ایک غیر مسلم حکومت کی کیوں وفاداری کی؟ ایک بے بنیاد اور غلط اعتراض ہے۔ کیا حضرت یوسف اور حضرت مسیح علیہما السلام فرعونی اور رومی حکومت کے ماتحت انکے قوانین کے پابند نہ تھے۔ پھر کیا ہجرت اولیٰ کے وقت صحابہؓ حبشہ کی عیسائی حکومت کے ماتحت جا کر نہ رہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ حبشہ کی اسکے عدل و انصاف کی بنا پر تعریف نہیں فرمائی؟۔ پس اسلام کی سچی اور صحیح تعلیم یہی ہے کہ مسلمان جس حکومت کے ماتحت رہیں اسکے وفادار رہیں اور اسکے ملکی قوانین کی پابندی کریں۔ ہم ماہر القادری صاحب سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا جو مسلمان غیر مسلم حکومت کے ماتحت رہتے ہیں مثلاً ہندوستان میں رہتے ہیں کیا انکو اپنی حکومت کی وفاداری نہیں کرنی چاہیئے؟ کیا جناب قائداعظم نے ہندی مسلمانوں کو حکومت ہند کا وفادار رہنے کا ارشاد نہیں فرمایا تھا؟ جو جواب وہ دیں وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔

---

[۱] تفصیل کے لئے رسالہ الفرقان "جہاد نمبر" (جون جولائی ۱۹۶۶ء) ملاحظہ فرمائیں۔

عدالتی اقرارنامہ پر اعتراض کا جواب

اس ضمن میں قادری صاحب نے اپنے مزعومہ افتراء کے اثبات کے لئے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کا ایک عدالتی اقرارنامہ کا جو آپ نے ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کے سامنے کیا تھا ذکر کیا ہے اور استہزاء کے طور پر لکھا ہے:-

"مسیح موعود اور نبی اپنے "الہام" شائع نہ کرنے کا "اقرارنامہ" انگریز مجسٹریٹ کے حضور پیش کر رہا ہے۔ آخر یہ کیا تماشا، سوانگ اور مضحکہ ہے؟"

قادری صاحب نے اس موقعہ پر حسبِ عادت بددیانتی و تحریف سے پورا کام لیا ہے اور کسی مخالف کی کتاب سے اس اقرارنامہ کو درج کر کے اپنے "سوانگ" ہونے کا مظاہرہ کیا ہے۔ حقیقت صرف اسقدر ہے کہ ۲۴ر فروری ۱۸۹۹ء کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے مولوی محمد حسین بٹالوی اور حضورؑ دونوں سے ایک اقرارنامہ لیا جس سے مقصد یہ تھا کہ مخالفت اور فساد کو روک کر امن کی فضا پیدا کی جائے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی (جو حضورؑ کی اندھا دھند مخالفت میں کفر کے فتوے شائع کر کے اشتعال انگیزی پیدا کر رہا تھا) سے مجسٹریٹ صاحب نے یہ عہد لیا کہ وہ آئندہ حضرت اقدسؑ کو دجال، کافر، کذاب وغیرہ نہیں کہے گا۔ یہ اقرارنامہ اسکے اپنے سابقہ فتووں کے پیش نظر اسکی بہت بڑی ذلت تھی کیونکہ اس نے سارا زور مار کر علماء ہند و پنجاب سے حضرتؑ کو کافر و دجال لکھوایا تھا۔ باقی اگر یہ کہا جائے کہ حضرتؑ نے بھی ایسے اقرارنامہ پر دستخط کئے اور اس طرح "الہام" کے شائع نہ کرنے کا اقرار کیا تو اس میں صداقت صرف اس قدر ہے کہ حضورؑ نے ہر قسم کے الہام اور وحی کو شائع نہ کرنے کا اقرار نہیں کیا تھا بلکہ صرف ایسی انذاری پیشگوئی جو کسی کی ذلت یا موت کے متعلق ہو کی اشاعت سے مجتنب رہنے کا اقرار کیا تھا۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ حضورؑ کا شروع سے ہی یہ دستور تھا کہ کسی کی ذلت یا موت کی پیشگوئی کو اُسوقت تک شائع نہیں کرتے تھے جب تک فریقِ ثانی سے اجازت حاصل نہ کر لیتے۔ چنانچہ اس معاہدہ سے تیرہ سال قبل ۱۸۸۶ء میں آپؑ نے لیکھرام اور اندرمن مرادآبادی کو تحریر کیا کہ اگر تم چاہو تو تمہارے قضاء و قدر کے متعلق جو علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے دیا گیا ہے اس کو شائع کر دوں۔ اسپر اندرمن مرادآبادی کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ ہاں لیکھرام نے اجازت دی سو اُس کی موت کی چھ سالہ پیشگوئی حضورؑ نے شائع فرما دی۔ پھر جو اس کا انجام ہوا وہ سب معلوم ہے۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضورؑ خود فرماتے ہیں:-

"میرا ابتداء ہی سے یہ طریق ہے کہ میں نے کبھی کوئی انذاری پیشگوئی بغیر رضامندی مصداق پیشگوئی کے شائع نہیں کی۔" (تبلیغ رسالت جلد ۸ صفحہ ۲۸)

اسلئے یہ قادری صاحب کی سُوء فہمی ہے کہ حضورؑ نے اپنے "الہام" شائع نہ کرنیکا اقرار کیا تھا بلکہ یہ محض ایسی انذاری پیشگوئی کے متعلق تھا جو کسی کی ذلت یا موت سے تعلق رکھتی ہو چنانچہ خود حضورؑ ایسے معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ بھی افسوس ہے کہ ان لوگوں نے محض شرارت سے یہ بھی مشہور کیا ہے کہ اب الہام کے شائع کرنے کی ممانعت ہو گئی اور ہنسی سے کہا کہ اب الہام کے دروازے بند ہو گئے۔ مگر ذرا حیا کو کام میں لاکر سوچیں کہ اگر الہام کے دروازے بند ہو گئے تھے تو میری بعد کی تالیفات میں کیوں الہام شائع ہوئے؟ اس کتاب (تریاق القلوب) کو دیکھیں کہ کیا اس میں الہام کم ہیں؟

(تریاق القلوب خورد ص۱۲ حاشیہ)

اسلئے عدالت میں یہ معاہدہ حضورؑ کے سابقہ دستور کے عین مطابق تھا۔ آپؑ اپنی طرف سے ابتداءً نہیں فرماتے تھے بلکہ کسی کی ذلت یا موت کی پیشگوئی کا اعلان فریق مخالف کی رضامندی حاصل کرکے شائع فرماتے کیونکہ آپؑ مُلکی امن کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے تھے اور آپ کا یہ طریق کسی بزدلی یا ڈر کی بناء پر نہیں تھا بلکہ اپنے آقا اور مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنت کے عین مطابق تھا۔ کیا صلح حدیبیہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کی تحریر میں سے "بسم اللہ" اور "رسول اللہ" کے الفاظ نہیں کٹوا دیئے تھے؟ پھر معاہدہ حدیبیہ میں جو شرائط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسلیم فرمائیں ان کے متعلق حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ یہی سمجھتے تھے کہ اس میں صریحاً مسلمانوں کی ذلت اور اہانت ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے صاف طور پر کہا

"فعلی ما نعطی الدنیّۃ فی دیننا" (سیرۃ ابن ہشام واقعہ حدیبیہ)

یعنی کس بناء پر ہم اپنے دین میں اس قدر ذلت برداشت کر رہے ہیں؟"

اب کوئی بدباطن ہی یہ کہہ سکتا ہے کہ سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ سے "رسول اللہ" اور بسم اللہ کے الفاظ کٹوا دینا بظاہر ذلت آمیز شرائط قبول کرنا کسی ڈر اور خوف کی بناء پر تھا بلکہ یہی کہا جائیگا کہ حضورؐ نے محض امن کی فضا پیدا کرنے کے لئے ان شرائط کو قبول کر لیا اور باوجود خواب دیکھنے کے اُس سال طوافِ کعبہ نہ فرمایا۔ اِسی طرح حضرت بانی جماعت احمدیہ نے محض ملکی امن کے پیش نظر کسی کی ذلت کے متعلق پیشگوئیوں کے شائع کرنے سے مجتنب رہنے کا وعدہ کیا اور پھر جب فریق مخالف نے بھی ایسا ہی معاہدہ کیا اور اوّل المکفرین مولوی بٹالوی نے اپنا فتویٰ کفر واپس لے لیا اور آپؑ کے خلاف فضاء مکدر نہ کرنے کا وعدہ کیا تو یقیناً انذاری پیشگوئی کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

دعویٰ اُلوہیت کا بہتان

مضمون کے آخر میں قادری صاحب نے "جائزہ" میں اپنے سابقہ اعتراضات کو دُہراتے ہوئے ایک نیا اعتراض

یہ کیا ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے (نعوذ باللہ) الوہیت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے ثبوت میں قادری صاحب نے حضورؑ کی تالیف آئینہ کمالاتِ اسلام سے اُردو کی جو عبارت نقل کی ہے وہ قطعاً اس کتاب میں نہیں ہے البتہ اس کے عربی زبان کے حصہ میں حضورؑ اپنے ایک کشف کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

رأیتنی فی المنام عین اللہ

یعنی **خواب** کی حالت میں مَیں نے دیکھا کہ ہو بہو خدا ہوں۔"

قادری صاحب ایک ایسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں کہ جنکے امیر مودودی صاحب نے اپنی جماعت کی خوبی یہ بیان کی ہے :-

"دعووں اور خوابوں اور کشوف وکرامات اور شخصی تقدیس کے تذکروں سے ہماری تحریک بالکل پاک ہے۔" (شہادتِ حق ص۳۶)

یعنی اُمتِ محمدیہ کے تمام مسلّم بزرگان اور علماء جو کشوف و کرامات سے اسلام کی روحانی تاثیرات کے زندہ ثبوت فراہم کرتے رہے اور رؤیا صالحہ جسے سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا چالیسواں حصہ قرار دیا ہے اس سے جماعت اسلامی سراسر "پاک" ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

اب یہ امر واضح ہے کہ ایسے لوگ خوابوں اور کشوف کی حقیقت کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اگر اس معاملہ میں وہ اپنی کور ذوقی کا ثبوت دیں تو یقیناً یہ امر جائے تأسف نہیں بلکہ ان لوگوں کی حالت قابلِ رحم ہے۔

قادری صاحب کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ خوابوں اور کشوف کو ظاہر پر محمول کرنا ان کی صریح نادانی ہے۔ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ سورۂ یوسف میں خدا تعالیٰ نے کئی خوابوں کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعبیر بالکل اور ہے۔ اگر قادری صاحب نے سورۂ یوسف کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ ایسی بات نہ لکھتے۔ پھر سیدنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں کئی خوابوں کا ذکر ہے اور ان کی تعبیریں بالکل مختلف ظاہر ہوئیں۔ مثلاً مسلم کتاب الرؤیا میں ہے کہ حضورؐ نے اپنے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پہنے دیکھے، کیا اس کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا؟ اور یہ کہا جائے گا کہ آپؐ نے سونا جسے اپنی اُمت کے مردوں کے لئے حرام قرار دیا اُسے خود استعمال کیا۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف تحریر فرمایا ہے کہ آپؑ نے منام یعنی خواب میں دیکھا کہ آپؑ عین اللہ ہیں اور خواب میں ایسا دیکھنے کی تعبیر یوں لکھی ہے :-

من رأی فی المنام کأنہ صار الحق سبحانہ وتعالیٰ اھتدی الی الصراط المستقیم۔ (تعطیر الانام فی المنام ص۹ مطبوعہ مصر)

یعنی جو شخص خواب میں دیکھے کہ وہ خدا بن گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پا گیا۔"

اور خود حضورؑ نے اس خواب کو درج کرنے کے بعد اس کی تشریح کی ہے اس کا اُردو ترجمہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

"میں اس خواب سے وحدت الوجودیوں کے مذہب کی طرح یہ معنی نہیں لیتا کہ گویا میں خود خدا ہوں اور نہ حلولیوں کی طرح یہ کہتا ہوں کہ خدا مجھ میں حلول کر آیا بلکہ میرے خواب کا یہی مطلب ہے جو بخاری کی قربِ نوافل والی حدیث کا مطلب ہے کہ جب میرا بندہ نوافل میں آگے بڑھتا ہے تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سُنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے۔ پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام ص۵۶۶)

ناظرین! اس سارے سیاق و سباق اور پھر خواب کے اصل مفہوم کو چھوڑ کر یہ کہنا کہ مرزا صاحبؑ نے الوہیت کا دعویٰ کیا ہے انتہائی اخلاقی جُرم ہے۔ یہ کارروائی وہی کر سکتا ہے "جسے نہ خدا کا خوف ہے اور نہ بندوں کی شرم۔"

انشاء پردازی پر اعتراض اور اس کا جواب

قادری صاحب نے اپنے مضمون میں بعض جگہ پر حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کی انشاء پردازی اور اُردو دانی پر اعتراض کئے ہیں۔ اس کے ثبوت میں جو بات قادری صاحب نے پیش کی ہے وہی ان کی جہالت اور نادانی کی قلعی کھولنے کے لئے کافی ہے۔ انہوں نے حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کی عربی تالیف پُرمعارف کا اُردو ترجمہ کسی مخالف کی کتاب سے نقل کیا ہے اور پھر اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں:-

"ایک چھوٹے سے جملہ میں تین چار بار "کے" آیا ہے۔ یہ ہے قادیانی نبی کی انشاء پردازی جس سے وحی و الہام کی نسبت دی جاتی ہے۔" (ص۱۱)

اس سے قارئین اندازہ کر سکتے ہیں کہ قادری صاحب کی یہ بے جا تنقید کیا حیثیت رکھتی ہے۔ یہ اعتراض تو بجائے حضورؑ کے خود قادری صاحب یا اُس مخالف پر پڑتا ہے جس نے حضورؑ کی فصیح و بلیغ عربی زبان کا ایسا ترجمہ کیا۔ اپنی نادانی کو کسی کے سر تھوپنا بہت بڑا جرم ہے۔

سیدنا حضرت بانیٔ جماعت احمدیہؑ کا لٹریچر زیادہ تر عربی اور اُردو زبان میں ہے۔ جہاں تک آپؑ کی

عربی کتب کا تعلق ہے اُن کی فصاحت و بلاغت سب کو مسلّم ہے۔ آپؑ نے عرب و عجم کو ان کی نظیر پیش کرنے کے لئے چیلنج دیا اور ہزاروں روپے کے انعام مقرر کئے مگر کوئی مرد میدان بن کر نہ آیا۔ قادری صاحب شاید ان کو صحیح طور پر پڑھ بھی نہ سکیں۔ اسی طرح اُردو زبان میں آپؑ نے جو لٹریچر پیدا کیا اگرچہ وہ اُس زمانہ کا ہی جبکہ ابھی اُردو اپنی ترقی کے منازل طے کر رہی تھی تاہم وہ بھی اس قدر شاندار اور مؤثر ہے کہ آپؑ کی وفات پر اس کا اعتراف آپؑ کے مخالفین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ مرزا حیرت دہلوی مدیر اخبار کرزن گزٹ یکم جون ۱۹۰۸ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں:۔

"اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندیٔ ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں ..... اس کا پُرزور لٹریچر اپنی شان میں نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔"

اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد نے آپؑ کی وفات پر لکھا:۔

"مرزا صاحب کے لٹریچر کی قدر و قیمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اُڑا دیئے جو سلطنت کے سایہ میں ہونیکی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہو کر اُڑنے لگا..... اسکے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں بھی مرزا صاحب نے اسلام کی خاص خدمت سر انجام دی ہے۔" (وکیل امرتسر جون ۱۹۰۸ء)

مرزا حیرت دہلوی اور ابوالکلام آزاد کا یہ خراجِ تحسین ہی قادری صاحب کے پورے اعتراض کے جواب کے لئے کافی ہے۔ حضورؑ کے متعلق ان نامور ادیب معاصرین کی شاندار آراء کے بعد کسی ایسے انسان کی رائے حیثیت ہی کیا رکھتی ہے جو اُردو ادب و فن میں اُن کی خاکِ پا کے بھی برابر نہیں۔

حرفِ آخر

ماہر القادری صاحب نے اپنے مضمون میں جماعت احمدیہ اور اس کے بانی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے متعلق جو امور تحریر کئے ہیں ان کا تفصیلی جواب تحریر کر دیا گیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ قادری صاحب نے محض بے سروپا باتیں مخالفین کی کتب سے نقل کر دی ہیں اور وہ خود دینی اور رُوحانی کوچہ سے نا آشنا ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ السلام کا دعویٰ عین اُس وقت تھا جبکہ اسلام

اندرونی اور بیرونی فتنوں کے نرغہ میں پھنسا ہوا تھا اور جبکہ علامہ حالی نے یہاں تک کہہ دیا ؎

رہا دین باقی نہ اسلام باقی ÷ اِک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اور پھر کہا ؎

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے ÷ پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

ایسے نازک وقت میں آپ نے اسلام کی مدافعت کا فریضہ نہایت شاندار طور پر سرانجام دیا۔ آپ نے عیسائیوں اور ہندوؤں کے بے پناہ حملوں کے نہ صرف جواب دیئے بلکہ ان پر ایسے جارحانہ حملے کئے کہ وہ کسی صورت میں اس سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ اسلئے آپ کو غیر متعصب مسلم زعماء نے "فتح نصیب جرنیل" کا خطاب دیا۔ آج بھی جماعت احمدیہ اس علم کلام کے ذریعہ یورپ، امریکہ اور افریقی ممالک میں عیسائیت کا مقابلہ کر رہی ہے اور اسلام کی اشاعت کا فریضہ بجا لا رہی ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ السلام اور آپ کی جماعت کے ان تجدیدی اور تعمیری کاموں سے ہر باخبر انسان واقف ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم مولانا محمد علی صاحب جوہر کا ایک اقتباس درج کرتے ہیں جس میں انہوں نے جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات کا اعتراف کیا ہے اور ماہر القادری صاحب جیسے الزام لگانے والوں کا جواب دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"یہ حضرات اس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں، تو دوسری طرف تبلیغ اور مسلمانوں کی تنظیم اور تجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں اور وہ وقت دور نہیں جبکہ اسلام کے اس منظم فرقہ کا طرز عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور ان اشخاص کیلئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدماتِ اسلام کے بلند بانگ و در باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہو گا۔" (ہمدرد دہلی ۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء)

بالآخر ہم کہتے ہیں کہ ماہر القادری صاحب کو اگر گزشتہ نصف صدی کی تاریخ سے ہی واقفیت ہو تو وہ اچھی طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کس طرح معاندین احمدیت کو ذلت و رسوائی اور تباہی و نامرادی سے ہمکنار کیا اور جماعت کو ہر موقعہ پر فتح و نصرت اور کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ اسکا اعتراف خود جماعت اسلامی کے ایک سابق مدار المہام مولوی عبد الرحیم اشرف مدیر المنبر لائلپور نے کھلے بندوں کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے

زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقوی، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر ..... ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کوششوں کے باوجود قادیانی جماعت میں **اضافہ** ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں انکی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنیوالے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب ۱۹۵۳ء کے عظیم ترہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا ۵۶-۱۹۵۵ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہے۔"

(المنبر لائلپور ۲۳ر فروری ۱۹۵۶ء)

یہ گواہی آج سے دس سال قبل کی ہے اور اب جماعت احمدیہ کا قدم خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت آگے بڑھ چکا ہے۔ اسلئے ہم ماہر القادری صاحب اور ان کے ہمنواؤں پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر ان سے بڑھ کر اثر و رسوخ اور "پہاڑوں جیسی شخصیتیں" بے نیل مرام اس دنیا سے گزر گئیں تو وہ بھی اسی نصیب سے حصہ لیں گے اور ان کی یہ مخالفت جماعت کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گی انشاء اللہ۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ:-

"ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو، گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اسکا ہاتھ غالب ہے۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؁

(طابع و ناشر:- ابوالعطاء جالندھری ؁ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقام اشاعت:- دفتر الفرقان ربوہ)

تردید عیسائیت کے لئے مفید لٹریچر

(۱) **تحریری مناظرہ مابین عیسائی مناظر** **اسلامی مناظر**
پادری عبدالحق اور ابوالعطاء جالندھری
موضوع : الوہیت مسیح
حجم ۲۳۲ صفحے قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

(۲) **مباحثہ مصر** مصر کے عیسائی پادریوں سے لاجواب گفتگو
اردو ۶۲ پیسے انگریزی ایک روپیہ پچیس پیسے

(۳) Jesus did not die on the Cross قیمت بیس پیسے صرف

مودودی صاحب کے کتابچہ "ختمِ نبوّت" کا تفصیلی جواب

القول المُبین
فی
تفسیر خاتم النبیّین

حجم اڑھائی صد صفحات مجلد دو روپے

ملنے کا پتہ : **مکتبۃ الفرقان۔ ربوہ**

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

SEPTEMBER 1966 *REGD. NO. L 5708*

تفہیماتِ ربّانیّہ

محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان و سابق مبلغ بلاد عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفین احمدیت کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس کا نام میں نے ہی تفہیماتِ ربانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اس کا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا۔ کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اسکے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اسکی اشاعت کرنی چاہیئے۔" (الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

اب اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن یکصد صفحات اور بعض قیمتی حوالہ جات کے اضافہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔

ضخامت آٹھ سو صفحات۔ قیمت مجلد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے ؛ مجلد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ ؞

مکتبہ الفرقان ربوہ

Title Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.